رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۱۷۹

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ

عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محمودا

چندہ سالانہ ہندوستان میں تین روپے ہندوستان سے باہر ساڑھے تین روپے

مستحق طلباء اور غیر احمدیوں سے اڑھائی روپے

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہل مذاہب کا تشحیذ الاذہان

:- (یعنی) :-

اردو

ریویو آف ریلیجنز رسالہ

ایڈیٹر قاضی محمد ظہور الدین اکمل

نمبر ۵ | مئی ۱۹۲۳ء سنہ مطابق رمضان المبارک ۱۳۴۱ھ سنہ | جلد ۲۲

فہرست مضامین

یہودی ہونیکا اقرار مسیح موعودؑ سے انکار ۱۹۳-۱۹۷

ایک صاحب کے چند سوالوں کا جواب ۹۷-۲۰۵

سلطان القلم کی صداقت / مسیح کی توفی و رفع ۲۰۶-۲۱۸

آریوں کے اعتراضوں کا جواب ۲۱۹-۲۲۱

کیا محمد رسول اللہ نجات دہندہ ہو سکتے ہیں؟ ۲۲۲-۲۲۷

اُمّت محمدیہ میں بعثت رسل ۲۲۸-۲۳۱

نظم ۲۳۲

انسداد فتنۂ ارتداد ۲۳۳-۲۳۸

ارجح المطالب کے مصنف کا قصیدہ ۲۳۹-۲۴۰

مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں باہتمام شیخ عبدالرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر چھپ کر شائع ہوا

Digitized by Khilafat Library

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا خطاب اپنی قوم سے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام رسالہ ریویو آف ریلیجنز کی توسیع اشاعت کیلئے فرماتے ہیں:۔ "اگر خدانخواستہ یہ رسالہ کم توجہی اس جماعت سے بند ہوگیا۔ تو یہ واقعہ اس سلسلہ کیلئے ایک ماتم ہوگا۔ اسلئے میں پورے زور کے ساتھ اپنی جماعت کے مخلص جوانمردوں کو اسوقت توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اس رسالہ کی اعانت مالی امداد میں جہانتک ان سے ممکن ہے اپنی ہمت دکھلادیں" پھر فرماتے ہیں:۔ "اگر اس رسالہ کی اعانت کیلئے اس جماعت میں دس ہزار خریدار اُردو یا انگریزی کا پیدا ہوجائے۔ تو یہ رسالہ خاطر خواہ چل نکلیگا۔ اور میری دانست میں اگر بیعت کرنیوالے اپنی بیعت کی حقیقت پر قائم رہکر اس بارہ میں کوشش کریں۔ تو اسقدر تعداد کچھ بہت نہیں بلکہ جماعت موجودہ کی تعداد کے لحاظ سے یہ تعداد بہت کم ہے"

Digitized by Khilafat Library

احمدیہ جماعت کیلئے ان الفاظ سے بڑھکر زیادہ مؤثر اور کونسے الفاظ ہونگے۔ مگر جائے افسوس ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تو کئی سال پہلے جبکہ جماعت کی حالت آج سے کہیں زیادہ کمزور تھی۔ دس ہزار خریدار اس رسالہ کے لئے چاہتے تھے۔ مگر دس ہزار تو کیا دو ہزار خریدار بھی ابھی تک جماعت نے نہیں پیدا کیے۔ اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ کی پروا نہیں ہو رہی۔ تو میری اپیل کیا اثر کریگی۔ امیر پریذیڈنٹ اور سکرٹری صاحبان ایسے ارشادات کی تعمیل کے زیادہ ذمہ دار ہیں۔ ریویو اُردو کی قیمت تین روپے طالب علم ۲/۸

میں احمدیہ جماعت کو پورے زور سے ان کے فرض کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ کہ وہ رسالہ کی توسیع اشاعت میں کوشش کریں۔ اور فی الحال بجائے دس ہزار کے دو ہزار تو اشاعت کردیں۔ چار آنے ماہوار کوئی بڑی بات نہیں۔

مکمل فائل } تشحیذ الاذہان اُردو ریویو آف ریلیجنز کے مکمل فائل پہلی جلد سے لیکر حال تک مجلد ہمارے ایک دوست کے پاس موجود ہیں قیمت کا فیصلہ بذریعہ خط و کتابت کرلیا جائے۔

رسالہ تائید الاسلام جواب } پیر بخش لاہوری کے ماہواری رسالہ اکتوبر ۱۹۲۲ء فروری مارچ ۱۹۲۳ء اپریل ۱۹۲۳ء میں پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں لاہور کا کا جواب ایک ٹریکٹ کی صورت میں دیا گیا ہے۔ ایک روپیہ کے ۲۲ - ۸/ کے ۱۰ اس سے کم ایک آنہ فی رسالہ کے حساب منگوا لیجئے۔ محصولڈاک علاوہ - ۸/ سے کم کے لئے ٹکٹ بھیجدیں۔ وی پی میں نقصان ہوگا۔

مینیجر ریویو آف ریلیجنز اُردو۔ قادیان

Digitized by Khilafat Library

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

یہودی ہونے کا اقرار۔ مگر مسیح موعودؑ سے انکار

ایک صاحب ہیں محی الدین احمد بی۔ اے نام۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے دشمن کیونکہ وہ لکھتے ہیں۔ اس سلسلہ کا وجود ہی تحریف کلام الٰہی کو ثابت کرنے کے لئے بس کرتا ہے۔ آپنے ایک تفسیر سورۃ فاتحہ لکھی ہے جسے میں نے بنظر امعان دیکھا۔ اسمیں وہی باتیں ہیں جو مفتی عبدہٗ مصری کی تفسیر اور دیگر تفاسیر میں آچکی ہیں البتہ دو باتوں کا خصوصیت سے خیال رکھا ہے ایک تو تفسیر پڑھنے والوں کو یہ سمجھانا چاہا ہے کہ مسلمان کے لئے جائز نہیں جو کفار کی حکومت اسپر ہو۔ اور لطف یہ ہے کہ خود "کفار ہی کی حکومت" میں بود و باش اور اسی کے فیوضات سے تمتع ہے۔

دوم۔ صراط الذین انعمت علیھم کے معنی کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا ہے کہ قرآن کریم کی ایک آیت کی تشریح و تفسیر خود قرآن کریم ہی میں دوسرے مقامات پر تلاش کی جائے۔ اور اسی بنا پر اپنے مفسرین کرام کی نسبت افسوس کیا ہے کہ ان کی عادت مستمرہ ہے جو اس اصول کو بھول جاتے ہیں چنانچہ "قاضی بیضاوی نے بھی صاف و واضح تفسیر کو چھوڑ کر اس کا مطلب محض مومنین کی جماعت قرار دیا ہے۔ ×× حالانکہ سورہ نساء میں صاف مذکور ہے ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین۔ تفسیر ابن عباس میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ بہت اچھا صاحب مگر آپنے باوجود یہ لکھنے کے کہ صراط مستقیم سے یہی مراد ہے (بحوالہ ولھدینھم صراطا مستقیما ومن یطع اللہ والرسول الآیہ) خود کیا فائدہ اٹھایا اور لوگوں کو کیا سمجھایا۔ لکھنے کو تو یہاں تک لکھ گئے۔ کہ "کون گروہ انعام یافتہ ہے اسپر کسی طول بحث کی ضرورت نہیں۔ آیت صاف بتلا رہی ہے کہ انعام یافتہ گروہ انبیاءؑ کا گروہ ہے"۔ اور یہ نہ بتایا کہ پھر باوجود دعا اھدنا

الصراط المستقیم اُمّت محمدیہ میں انعام نبوّت کیوں بند ہو گیا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ اس صراط مستقیم پر چل کر پہلے لوگ تو منزلِ مقصود تک پہنچ گئے اور خیر الامم کے اکمل افراد رستہ ہی میں رہ گئے۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ اس کا کچھ جواب مفسّر صاحب کے پاس نہیں۔ جبکہ مفسّر مذکور نے اپنی تفسیر کا قریباً ایک سو صفحہ اُمّت محمدیہ کے یہود و نصاریٰ ثابت کرنے میں سیاہ کیا ہے۔ مغضوب و ضالین بننے کو تو یہ اُمّت۔ ہاں خاتم النبیین سید المرسلین کی اُمّت تھی۔ مگر منعم علیہم کے ماتحت اس کا کوئی فرد نہیں جسے انعام نبوّت ملے اچھی خیر الامم ہوئی۔ ملاحظہ ہو اس تفسیر کا اقتباس پہلے تو غضب و لعنت کے آثار و نتائج یوں گنوائے ہیں۔ اخلاقی پستی۔ اختلاف گروہ در گروہ۔ اقتصادی و عمرانی تنزل۔ قحط سالی و آبادی میں کمی عام وبائیں و امراض۔ عام ہلاکت و خانہ ویرانی۔ کامل اعدام و اہلاک۔ اور ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ مسلمانوں پر وارد ہو چکا۔

پھر مغضوب علیہم کی تفسیر بہت بسط سے کی ہے۔ فرماتے ہیں:۔

۱- **افراط و تفریط**۔ ”مسلمان قوم میں ہی جس جس طرز پر گوسالہ پرستی کا شیوع ہے اس کا احصاء اس مضمون میں مشکل ہے۔ اشخاص پرستی حکام پرستی۔ قبور پرستی سب اسی اتخاذ عجل ہی کے مظاہر ہیں“۔ (صفحہ ۲۵۵)

Digitized by Khilafat Library

۲- **استبدال نعمت**۔ ”اسکی مثالوں کے لئے اسلامی تاریخ میں بہت زیادہ جستجو کی ضرورت نہیں۔ ایران۔ مراکو۔ طرابلس۔ مصر۔ ہندوستان جس اسلامی ملک کی تاریخ حاضرہ کو دیکھو گے معلوم ہو جائیگا کہ وہاں کے بدبخت مسلمانوں نے الخ ×× ہندوستان ہی کی تاریخ اُٹھا کر دیکھو تو معلوم ہو کہ جذبہ استبدال نعمت قوم میں پوری طرح سرایت کر چکا ہے“۔

۳- **تحریف آیات الٰہی**۔ ”تحریف کی دوسری صورت (معنوی) میں تو کسی قسم کی کوتاہی اُمّت محمدیہ کے بعض فرقوں نے اٹھا نہیں رکھی“۔

۴- **اشتراء آیات الٰہی**۔ ”اللہ کی آیتوں کا بیچنا یہ مرض جس طرح یہود میں پھیل گیا تھا اسی طرح بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ مسلمانوں میں پھیل چکا ہے“۔ (صفحہ ۲۶۱)

۵- **کتمانِ حق**۔ ”مسلمانوں میں کتمان حق کا مرض عام ہے۔ عجیب بات ہے جس قدر امراض یہودی قوم میں پیدا ہوئے تھے اگر ان کے نمونہ کی تلاش مسلمانوں میں کی جائے تو تو صرف موجودہ جنگ کی تاریخ پنج سالہ ہی ہم کو تمام پرانی روایات و واقعات سے مستغنی کر دیتی ہے“۔ (صفحہ ۲۶۳)

۶۔ تعمق۔ ”فقہاء متاخرین کے دفاتر فقاہت کی اگر چھان بین کی جائے تو ایک خوفناک دفتر فرضی مسائل کا تیار ہوجاتا ہے۔“ (صفحہ ۲۶۴)

۷۔ حیلہ سازی۔ ”بنی اسرائیل میں اس قدر تو معلوم ہوتا ہے کہ حیلہ سازی کا مرض عام طور پر سرایت کر گیا تھا۔ لیکن جب بعض مسلمان فقہاء متاخرین کی مساعی کی طرف نظر اُٹھتی ہے تو معلوم ہوتا ہے ان خدا کے بندوں نے تو اس چیز (حیلہ سازی) کو ایک باقاعدہ فن یا سائنس بنا دیا“ (صفحہ ۲۶۶)

۸۔ منافقت۔ ”رہا مسلمانوں کا نفاق۔ تو نفاق کی کوئی ایک صورت بھی قرآن حکیم نے بیان نہیں کی جس کی نظائر و امثلہ کی آج مسلمانوں میں کمی ہو“ (صفحہ ۲۶۶)

۹۔ آرزوہائے باطلہ۔ ”مغفرت الٰہی اور اپنے حقوق خصوصی کے متعلق مسلمانوں کے جو خیالات آج ہو رہے ہیں ان کو سامنے رکھا جائے تو یہود کا یہ اعتقاد کچھ زیادہ تعجب انگیز معلوم نہیں ہوتا۔“ (صفحہ ۲۶۷)

۱۰۔ زندگی کی بے انتہا خواہش۔

Digitized by Khilafat Library

۱۱۔ سود خواری۔

۱۲۔ انبیاء کرامؑ پر اتہام۔ ”انبیاء کرامؑ کی فہرست میں شاید ہی کوئی نبی ایسا نکل سکے۔ جس پر یہود بے بہبود نے الزام نہ لگائے ہوں ×× ہمارے مفسرین بھی یہود کے سحر سے نہ بچ سکے اور آنکھیں بند کر کے ان سب الزامات کو اپنی کتابوں میں درج کر گئے۔ بلکہ جو کمی کہ خاتم النبیین علیہ التحیۃ والسلام پر الزام لگانے کی رہ گئی تھی انہوں نے نہایت بے باکی کے ساتھ اسکو پورا کر دیا۔“ (صفحہ ۲۷۰)

۱۳۔ تقلید۔ ”آج تمام دنیاء اسلام کو دیکھ جاؤ ×× کہیں تو علماء و فقہاء کی کورانہ پیروی کی شکل اختیار کیے ہوئے ہے کہیں زہاد و مشائخ کی پرستش کی صورت میں نمودار ہے کہیں آباء و اجداد کی علامانہ اقتداء میں جلوہ گر ”ہلم جرا“۔ (صفحہ ۲۷۹)

۱۴۔ منکرات محافل و مجالس۔ ”فی الحقیقت یہ کسی قوم کی انتہائی سیاہ کاری کی علامت ہے کہ وہ ارتکاب فواحش کے اخفاء سے بے نیاز ہو جائے ×× یورپ کا تو ہمیں افسوس نہیں ×× ہمیں ماتم ہے تو اس قوم کے اخلاق کا ہے جو ان تمام برائیوں کو بزور قوت روکنے کے لئے دنیا میں مامور ہوئی تھی۔ آج ایمان سوز آلائشوں میں خود ایسی لتھڑ گئی ہے کہ استاد و شاگرد میں

سوا ءمقدرت و استطاعت و طرق ارتکاب کے کم و بیش مہیا ہونے کے اور کوئی فرق نظر نہیں آتا۔"

۱۵۔ **ترک فریضہ امر بالمعروف**۔ "مسلمانوں میں سے اتنی بڑی خصوصیت کا گم ہو جانا اس بات کا مترادف ہے کہ اُمت مسلمہ کی ہیئت کذائی یکسر پلٹ گئی"۔ (صفحہ ۲۸۴)

یہ تغیر ایک دوسری شکل اختیار کرتا ہے ×× یہ دوسرا نام ہے خدا کی مغضوبیت اور پھٹکار کا۔

۱۶۔ **ولایت کفر و اہل کفر**۔

۱۷۔ **غیر اللہ و غیر رسول کو حکم ماننا**۔ "آج ہندوستان کے مسلمان اس معاملہ میں جحود و انکار کے جس مقام قبیح و غلیظ پر پہنچ چکے ہیں اس کا اظہار تحصیل حاصل ہے"۔ (۲۸۹)

Digitized by Khilafat Library

۱۸۔ **غیر اللہ کی اطاعت**۔

۱۹۔ **ضلال**۔ اسکی تشریح میں تثلیث۔ ابنیت۔ کفارہ دیا ہے اور لکھا ہے۔ آج عملاً مسلمانوں کے کئی گروہ بھی اس عقیدہ کی گمراہیوں میں پھنسے ہوئے ہیں حضرت امام حسینؓ کی شہادت اور بعض اکابر اولیاء کرام کے متعلق اس قسم کے خیالات بکثرت شائع ہیں۔

××× اللہ اور اسکے رسول کے ہاں سے ان کے لئے کفارہ کے سوا اور کوئی لفظ تجویز نہیں ہو سکتا۔

۲۰۔ **مسلمانوں کی علمی و اعتقادی گمراہیاں**۔ اس عنوان کے ماتحت لکھتے ہیں:۔

(ا) **توحید**۔ مسلمانوں کی عملی زندگی کا کوئی شعبہ بھی ایسا باقی نہیں رہا۔ جو شرک کی نجاستوں اور تشبیہ کی آلائشوں سے پاک ہو۔

(ب) **رسالت**۔ رسول صلعم کا عالم الغیب ہونا۔ حضور علیہ السلام کو بعض لوازم انسانی سے ماوراء جاننا سب ایسے اعتقادات فاسدہ ہیں جو عام مسلمانوں میں پھیل چکے ہیں اور یہ ایسی گمراہیاں ہیں جس کا استقصاء بھی یہاں مشکل ہے۔ (صفحہ ۳۰۰)

(ج) **عام گمراہیاں**۔ بعض بزرگان اُمت کو بعض امور الٰہی میں دخیل جاننا ×× گمراہیوں کا باب اگرچہ اس قدر وسیع ہو چکا ہے۔ کہ اس کا احاطہ یہاں مشکل ہے۔ (صفحہ ۳۰۰)

اچھا صاحب! دنیا بھر کے عیوب آپنے مسلمانوں میں گنا دیئے۔ ان کو یہودی۔ بلکہ یہودیوں سے بدتر۔ اور عیسائیوں کی ضلالت میں شریک اور ہر قسم کی گمراہیوں کا مورد بنا دیا۔ مگر جس قرآن مجید کی بناء پر آپنے یہ فتویٰ صادر کیا۔ کیا اس میں یہودیوں کی بدترین حالت کا کچھ علاج بھی بتایا ہے یا نہیں اور کیا انہی حالات کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت و بعثت پر دلیل نہیں قرار دیا۔ ضرور دیا ہے۔ پھر کیا یہ سب کچھ جو مسلمانوں کو پیش آیا احادیث کی پیشگوئی کے مطابق نہیں۔ اور پھر

یہی نشانات اس زمانے کے نہیں جبکہ مسیح موعود آئے گا۔ پس کیا یہ ہو سکتا ہے کہ مسلمان یہود اور نصاریٰ تو بن جائیں اور ان کے درد کا درمان۔ جناب الٰہی سے نہ ہو۔ جب آپ کے اپنے اقرار کے مطابق علماء و صوفیاء یکسر گمراہ ہو چکے ہیں۔ تو کیا ایک مریض دوسرے مریض کا علاج کریگا ہرگز نہیں خفتہ را خفتہ کے کند بیدار۔ جب تک کوئی مامور الٰہی نہ آئے کچھ نہیں ہو سکتا۔ اب یہ آپ سوچ لیجئے۔ کہ عیسیٰ بن مریم۔ موسوی امت کے خلیفہ سے یہ کام ہو تو آنحضرت صلعم اور امت محمدیہ کی عزت ہے۔ یا کہ خود آنحضرت کے ایک فیض یافتہ امتی سے۔ جسے خدا نے برگزیدہ کر لیا ہو تو عزت ہے۔

Digitized by Khilafat Library

ایک صاحب کے چند سوالوں کے جواب

سوال اوّل:۔ اجسام میں فوری تغیر جہاں سے وہ روح میں بھی بوجہ انضباط کے ساری ہو جاتا ہے مسلّم ہے۔ کلوروفارم کی خاصیت زہروں کی تاثیر غیر معمولی خوشی و غم کا کرشمہ جسم کے بعض حصے مثلاً قفاء وغیرہ پر ضرب لگنے سے دماغ کی ابتری حالت وغیرہ روز کا مشاہدہ ہے اور یہ تو پرسوں کی بات ہے کہ جناب مفتی صاحب نے امریکہ سے لکھا کہ ایک اچھا بھلا اپنے پسینے کی کمائی پر گزران کرنیوالا شریف معمار سر پر ضرب آنیکے معابعد عادت سرقہ میں مبتلا ہو گیا حضرت عمرؓ کا بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جو طریق عمل ابتدائی ایام میں تھا وہ محتاج بیان نہیں اپنی بہن فاطمہ اور بہنوئی سعید بن زید کو مجروح کر کے سرور کائنات کے قتل کی تیاری تھی کہ چند آیات قرآنی کے سننے سے اُن کی آن میں وہ عظیم الشان تغیر ہوا کہ زمانہ متحیر ہے۔ پھر حدیث میں آتا ہے کہ ”ینام الرجل النومة فتقبض الامانة من قبله“ رات کو چنگا بھلا امین تھا کہ صبح کو بے ایمان۔ اشارہ میرا صاف ہے کہ انسان میں بُری بھلی روحانی جسمانی تغیر اچانک ہو سکتا بلکہ ہوتا ہے پس قد لبثت فیکم عمرًا من قبلہٖ معیار صداقت مامور کیونکر ہو؟۔

الجواب۔ یاد رہے۔ کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ معیار بیان فرمایا ہے۔ کہ دنیا کی تمام اشیاء بتدریج ترقی کر رہی ہیں۔ قانون قدرت بھی اسی پر شاہد ہے۔ دیکھو جس وقت سردی آتی ہے۔ تو کبھی سخت گرمی سے یک لخت سخت سردی شروع نہیں ہو جاتی بلکہ آہستہ آہستہ پہلے معتدل موسم ہوتا ہے۔ پھر بالآخر سردی شروع ہو کر اپنے انتہائی نقطہ تک جا پہنچتی ہے۔ انسان بھی پہلے بچہ ہوتا ہے۔ پھر نشو و نما پاتے پاتے جوان اور پھر بوڑھا ہوتا ہے۔ پس ہمیں ماننا پڑا۔ کہ دنیا

کی سب اشیاء میں ترقی و تنزل بتدریج ہوتا ہے ہاں کوئی خارجی واقعہ اس میں فوری تبدیلی کر دے تو یہ الگ امر ہے۔

Digitized by Khilafat Library

تو اب اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے۔ کہ اے محمد رسول اللہ صلعم تو لوگوں سے کہہ دے۔ کہ اے زیرک انسانو! رات تک تو تم مجھے امین و راستباز یقین کرتے تھے۔ اور میری دیانت و تقویٰ شعاری کے نہ صرف قولاً قائل تھے بلکہ عملاً بھی ہمیشہ یہی ظہور پذیر ہوتا رہا۔ تو اب آج جو میں الہام کا مدعی بن بیٹھا۔ اس قدر تغیر اور اتنی تبدیلی فوراً ظاہر ہونا مشاہدہ کے خلاف ہے۔ پس تمہارا مجھے کاذب خیال کرنا محض ناراستی پر مبنی ہے۔ ورنہ سوچو تو سہی۔ کہ کبھی عین نصف النہار کے وقت شب تاریک کا ظلمت نما چہرہ ظاہر ہوا ہے۔ نہیں اور ہرگز نہیں۔ تو پھر ایک راستباز کامل کا بدکار کامل بن جانا اس سے زیادہ محال اور تعجب کے لائق ہے۔

اس معیار کے سننے سے کفار مکہ سرنگون ہو گئے۔ اور اس کو درست تسلیم کرنے کے بغیر کچھ بن نہ آئی۔ ہاں البتہ جو زیادہ شریر اور بدفطرت تھے انہوں نے اس تغیر کو خارجی سبب یعنی جنون پر محمول کیا اور نبی عربی ؐ کو مجنون کے نام سے یاد کیا بہرحال وہ اس اصل سے سرتابی نہ کر سکے۔

آپ نے جتنی مثالیں بیان فرمائی ہیں۔ وہ سب ایسی ہی ہیں جن میں اگر تغیر فوری ہوا ہے۔ تو وہ خارجی سبب کی وجہ سے ہوا ہے۔ جس تغیر کی نہ اس آیت میں نفی کی گئی ہے۔ اور نہ اس معیار سے اس کا کچھ تعلق ہے۔

ہاں حدیث کے متعلق یاد رہے۔ کہ اگر آپ ساری حدیث ملاحظہ فرماتے۔ تو فوراً آپ پر منکشف ہو جاتا کہ اس میں تو صراحتاً تدریجی تغیر کا بیان ہے۔ ساری حدیث یوں ہے :-

حدثنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حدیثین رأیت احدھما وانا انتظر الاٰخر حدثنا ان الامانۃ نزلت فی جذر قلوب الرجال ثم علموا من القرآن ثم علموا من السنۃ وحدثنا عن رفعھا قال ینام الرجل النومۃ فتقبض الامانۃ من قلبہ فیظل اثرھا مثل اثر الوکت ثم ینام النومۃ فتقبض فیبقی اثرھا مثل اثر المجل کجمر دحرجتہ علی رجلک فنفط فتراہ منتبراً ولیس فیہ شیءٌ ویصبح الناس یتبایعون ولا یکاد احدٌ یؤدی الامانۃ الخ۔ (متفق علیہ) مشکوٰۃ کتاب الفتن ص۴۶۱

یعنی رفع امانت آہستہ آہستہ ہوگا۔ ایک دفعہ جائیگی اور پھر تل کی مانند باقی ہو گی۔ پھر زائل ہو گی اور

مجل کے اثر کی مانند اس کا اثر ہوگا۔ حتیٰ کہ بالکل جاتی رہیگی اور کوئی امین نظر نہ آئیگا۔

تو اب صاف ظاہر ہے۔ کہ اس حدیث میں امانت کے جانے کو تدریجاً بیان کیا گیا ہے۔

پس معیار فقد لبثت فیکم عمرًا من قبلہٖ افلا تعقلون بدستور قائم اور درست ہے۔

سوال دوم۔ لو تقول علینا بعض الاقاویل والی آیۃ معیار خاص ہے کہ عام؟ خاص ہے تو معیار ہونیکا کوئی مطلب نہیں اور نہ ہی کسی پر حجت۔ عام ہے تو کسی پیغمبر کے مقتول نہ ہونیکی کوئی دلیل قطعی چاہیئے۔ جبکہ قرآن میں قتل انبیاء کا ذکر اور انجیل میں قتل یحییٰ کی صراحت موجود ہے اور جسکی تصدیق اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو محمد بن علی الباقر سے مروی ہے کہ "طلع بالشرق القرن ذو السنین .... حین قتل یحییٰ بن زکریا۔" الخ اور پھر مدعی صادق کا ایسے وقت میں مقتول ہو سکنا جبکہ دعویٰ پر ۲۳ برس نہیں گذرا۔ افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم میں تسلیم بھی کیا گیا ہے۔ یہ کہنا کہ تقول علی اللہ صرف ظالم کے حق میں زہر ہے نہ ہر مقتول کے حق میں۔ ایک جواب ہوگا مگر تحقیق اس سے اقویٰ کی طالب ہے۔ ایک ایسے حجرے میں جسمیں مقویات و زہر دونو کی بوتلیں پڑی ہوں سو کر مرنیوالے دو شخصوں میں سے صرف ایک ہی کی موت کی علت زہر کو بتانا دوسرے کی موت کو کسی اور سبب کہنا زہر کی ہمیت کے دعویٰ پہ پانی پھیر دینا ہے حجت ملزمہ کے لئے بات کا ہر طرح جامع مانع ہونا ہی مفید ہے۔ اور پھر جس عقلی پہلو سے اس معیار کو تقویت دی جاتی ہے وہ بھی قابل غور ہے۔ جہاں متنبیّوں کی تلبیس سے مخلوق خدا فریب خوردہ ہوگئی تھی وہاں خدائی کے مدعیوں کی تلبیس نے بھی ضلالت پھیلائی تھی پس تقول زہر ہو تو دونو کے لئے ہے۔ ورنہ امتیاز کی کوئی اور معقول وجہ چاہیئے۔

الجواب۔ یہ معیار تو عام ہے۔ لیکن اتنی بات مدِنظر رہے۔ کہ یہ معیار فی ذاتہٖ علاوہ کسی خاص عادۃ کے دیگر آیات قرآنی اور واقعات تاریخیہ کے ساتھ ملا کر یہ نتیجہ پیدا کرتا ہے۔ کہ کوئی نبی اپنی غرض و غائت کو پورا کیئے بغیر قتل نہیں ہو سکتا۔ جیساکہ اللہ تعالیٰ سورۃ الجن میں فرماتا ہے۔ عالم الغیب فلا یظھر علیٰ غیبہٖ احدًا الّا من ارتضیٰ من رسول فانّہ یسلک من بین یدیہ و من خلفہٖ رصدًا لیعلم ان قد ابلغوا رسالات ربھم واحاط بما لدیھم واحصیٰ کل شیءٍ عددًا (ع ۲) اللہ تعالیٰ غیب جاننے والا ہے۔ وہ کسی پر کثرت سے اپنا غیب ظاہر نہیں کرتا مگر جس کو رسول کے طور پر انتخاب کر لے۔ پھر اس رسول کی حفاظت کی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ دنیا جان جاتی ہے۔ کہ انہوں نے اپنے ربّ کے حکموں کو

پہنچا دیا۔ اور اللہ تعالیٰ ان کے کاموں کی نگہداشت کرتا ہے اور وہ ہر چیز کا شمار کرنیوالا ہے۔
پس معلوم ہوا۔ کہ اس معیار کی رو سے نبی قتل سے اس وقت تک بچایا جاتا ہے۔ جب تک وہ اپنے فرض سے سبکدوش نہیں ہوتا۔ ہاں خاص وعدہ مثل یعصمک اللہ من الناس ہونا دوسری بات ہے۔ کیونکہ فی ذاتہٖ قتل فی سبیل اللہ عیب نہیں۔ چنانچہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ والذی نفسی بیدہٖ لوددت ان اقتل فی سبیل اللہ ثم احیی ثم اقتل ثم احیی ثم اقتل ثم احیی ثم اقتل (متفق علیہ) مشکوٰۃ کتاب الجہاد۔ مجھے اس ذات کی قسم ہے۔ جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ کہ میں اللہ کی راہ میں قتل اور بار بار شہید ہونے کو محبوب رکھتا ہوں۔
تو اب نفس قتل کوئی مذموم چیز نہیں بلکہ ناکامی کا قتل قبیح بات ہے۔ جس کا ذکر اس محولہ بالا آیت میں ہے۔

Digitized by Khilafat Library

پس خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ اول تو اس آیت کا بالعکس مطلب درست نہیں یعنی یہ تو ہے واضح ہے کہ جو جھوٹا مدعی ہوگا۔ وہ ضرور نیست و نابود کیا جائیگا۔ اور قتل کیا جائیگا۔ مگر یہ نہیں نکلتا۔ کہ سچا ہرگز قتل نہ ہو سکیگا۔ جیسے ہم کہیں سم الفار جو کھائیگا۔ وہ مر جائیگا۔ تو کیا اس سے یہ نتیجہ نکالنا درست ہو سکتا ہے۔ کہ زید جو مرا ہے تو ضرور اس نے سم الفار ہی کھایا ہے۔ نہیں۔ بلکہ ہو سکتا ہے۔ کہ وہ بخار سے مرا ہو۔ یا جیسے ہم کہیں کہ چور رات کو پھرا کرتے ہیں تو کیا ایک ڈاکٹر جو آدھی رات کو کسی مریض کے لئے جا رہا ہو اسکے متعلق کہا جا سکتا ہے؟ کہ یہ ضرور چور ہی ہے۔ نہیں اور ہرگز نہیں۔ اسی طرح ہم کہتے ہیں۔ کہ جھوٹا دعویٰ جو بھی کریگا۔ ضرور قتل کیا جائیگا مگر یہ ضرور نہیں۔ کہ جو قتل کیا جائے۔ ضرور جھوٹا ہی ہو۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ وہ قتل لوگوں پر اس نبی کے ایمان اور پختگی اعتقاد کے اظہار کے لئے ہو۔
دوم۔ اگر ہم اس آیت کا معکوس مفہوم بھی تسلیم کرلیں۔ تو وہ بھی اس سورہ جن والی قید سے مقید ہوگا۔ یعنی یہ کہ سچا نبی جب تک اپنا کام پورا نہ کرلے۔ تب تک وہ ہرگز ہرگز قتل نہیں کیا جاتا۔
باقی یاد رہے کہ نبوت کے اور الوہیت کے جھوٹے مدعی میں ایک گونہ تمیز ہے۔ جس کی وجہ سے مؤخر الذکر کو اس دنیا میں اس کی ظاہری سزا نہیں دی جاتی۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ نبی چونکہ انسان ہی ہوا کرتے ہیں۔ اس لئے جھوٹے مدعی کے جال میں انسان پھنس سکتا ہے۔ لیکن کمزور اور

لوازم بشریہ سے متصف اور نقائص انسانیہ سے گھرا ہُوا انسان جامۂ الوہیت کیونکر پہن سکتا ہے۔
اور کون اندھا ہے جو خالق اور مخلوق میں فرق نہ کر سکے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے جھوٹے نبی کے لئے
تو اسی جہان میں عبرت ناک سزا رکھی ہے۔ مگر خدائی کے مدعی کی اس دار فانی میں کوئی سزا مقرر نہیں۔
ہاں یہ ارشاد ضرور ہے۔ ومن یقل منھم انی الٰہ من دونہ فذالک نجزیہ جھنم الآیہ
کہ خدائی کے جھوٹے مدعی کو دوزخ میں سزا دی جائیگی۔

ریویو:۔ مَیں کہتا ہوں کہ لو تقول کی آیت معیار ہے مگر ان معنوں میں نہیں کہ کوئی سچا پیغمبر قتل نہیں ہوتا بلکہ ان معنوں میں کہ جس پر بعد دعویٰ وحی رسالت ۲۳ سال (زمانہ نبوت آنحضرت صلعم) گذر جائیں وہ ضرور سچا ہے۔ ان معنوں پر آپ کے اعتراضات کا کوئی اثر نہیں۔

سوال سوم (۱) کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی (۲) انا لننصر رسلنا والذین اٰمنوا (۳) انہ لا یفلح الظالمون وغیرہ معیار کے مطابق حضرت یحییٰ؏ حضرت لوط؏ وغیرہ کو کونسی کامیابی ہوئی۔ دکھیا کر دار فانی سے رحلت فرما ہونا۔ اپنی قوم کی شرارت کی وجہ سے تباہ ہونا کوئی کامیابی ہے؟ بعثت کا مقصد تو ہدایت ہے نہ ہلاکت پھر حضرت عیسیٰ؏ کہاں مظفر و منصور ہوئے؟ شام سے تو مرتے مرتے بارہ بیوفا یاروں کو چھوڑ کر بھاگنا نصیب ہُوا اور کشمیر میں کامیابی کی یہ کیفیت کہ وہاں جانیکا علم ہی اب حضرت مرزا صاحب قادیانی کی برکت سے ہُوا۔ ربع مسکون پر نصاریٰ کا تسلط حضرت عیسیٰ؏ کی کامیابی نہیں مدعی کو اپنے مقصد میں کامیاب سمجھا جاتا ہے نہ امر دیگر میں اور پھر وہ بھی بالکل منشاء کے خلاف۔ وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا سے عیسائیوں کی کامیابی کو حضرت عیسیٰ؏ کی کامیابی گردانا صحیح نہیں کیونکہ وہ تو انکے غیر متبع ہونیکا اقرار کرتے ہیں کہ ما قلت لھم الا ما امرتنی بہ۔ پس نہ حضرت مسیح؏ کامیاب نہ متبعین اگر اتباع کا صحیح معنی مراد نہیں تو کفروا سے یہود بھی مراد نہیں ہو سکتے۔ ان تمام باتوں کے علاوہ صحیح مسلم کی یہ حدیث کہ "وانّ من الانبیاء نبیًا ما صدّقہ اُمۃ الا رجلٌ واحدٌ" اس معیار کا عین معارض ہے۔ ایک ہی مومن ہُوا تو کامیابی کونسی اور معیار کیسا؟ اس صحیح حدیث و آیت میں مطابقت کس طرح؟۔

الجواب۔ فلاح کے معنی ہی یہ ہوتے ہیں۔ کہ جس کام کے لئے کوئی انسان اٹھا ہے۔ اس میں کامیاب ہو جاوے اور اپنا کام پورا کر جاوے اور نیز یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ انبیاء دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک قسم کے وہ نبی ہوتے ہیں جن کی غرض صرف اتمام حجت ہوتا ہے۔ اور دوسرے قسم کے نبی وہ ہوتے ہیں۔ جن کی غرض علاوہ اتمام حجت کے ایک جماعت اور سلسلہ کا قیام بھی ہوتا ہے۔ تو اب

ہم دیکھتے ہیں۔ کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی غرض بعثت کیا تھی۔ سو صاف ظاہر ہے۔ کہ ان کا مقصد بعثت محض حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت دینا۔ اور الیاکی پیشگوئی کو پورا کرنا تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان اللہ یبشرك بیحییٰ مصدقا بکلمۃ من اللہ وسیدا وحصورا (آل عمران ع)

لہذا جب وہ اس مقصد کو پورا کر چکے۔ تو پھر اگر وہ اس دنیا سے جام شہادت پی کر بھی رحلت فرما گئے تو کوئی قباحت نہیں۔ کیونکہ وہ اپنی غرض کو پورا کرکے کامیاب ہو گئے۔

اور لوط علیہ السلام ان نبیوں میں سے تھے۔ کہ جن کی بعثت محض اتمام حجت کیلئے تھی۔ ان کی قوم مستوجب عذاب ہو چکی تھی۔ لیکن اس لئے کہ وہ ربنا لولا ارسلت الینا رسولا فنتبعك نہ کہہ سکیں۔ حضرت لوطؑ ان کی طرف مبعوث کئے گئے جس کا نتیجہ یہی ہوا۔ کہ وہ سرکشی اور عصیان میں اور بھی بڑھتے گئے۔ لہذا تباہ و برباد کیئے گئے حضرت لوطؑ اپنے کام میں کامیاب اور ان کو اپنے معاندین پر غلبہ نصیب ہوا۔

Digitized by Khilafat Library

یہ سچ ہے۔ کہ بعثت کی اصل غرض تو ہدایت ہے نہ ہلاکت۔ لیکن جب ہدایت مفقود ہو۔ اور اس کی کوئی صورت نہ ہو۔ تو سوائے ہلاکت کے کوئی چارہ بھی نہیں ہے اور یہ بھی ان لوگوں کے لئے محض رحم ہے ورنہ وہ اور نافرمانی کرکے زیادہ سزا کے مستحق ہوں۔

پھر حضرت مسیح علیہ السلام کے بارہ میں گذارش ہے۔ کہ وہ بھی اتمام حجت کے لئے آئے تھے۔ گو ان کو مختصر سی جماعت بھی ملی۔ مگر اصل غرض یہود نامسعود پر حجت کا اتمام تھا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے فرمایا تھا۔ لتفسدن فی الارض مرتین ولتعلن علوا کبیرا (بنی اسرائیل ع)

پس جب انہوں نے دوسری دفعہ فساد کیا اور پورے طور پر مفسد بن گئے۔ تو اللہ تعالیٰ کو ان کی سرکوبی مدنظر تھی۔ اور اس سے پیشتر اتمام حجت بھی لابدی تھی۔ لہذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھیجے گئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل علی لسان داؤد وعیسی ابن مریم کہ جب ان لوگوں نے حضرت عیسیٰؑ کی اطاعت سے سرتابی کی۔ تو وہ مورد لعنت ہوگئے۔ اور مغضوب علیہم بن گئے اور ضربت علیھم الذلۃ والمسکنۃ کے مصداق ہو گئے۔

چونکہ یہی غرض حضرت عیسیٰؑ کی بعثت کی تھی۔ لہذا وہ جب اہل شام پر اتمام حجت کر چکے۔ تو دیگر بنی اسرائیل کی تنبیہ کے لئے ممالک مشرقیہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اور بالآخر کشمیر جنت نظیر میں اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ پس جو غرض حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تھی۔ آپ اس میں کامیاب ہو گئے۔ اور کوئی شخص ان کو اس سے پھیر نہ سکا ؎

آپ کا یہ فقرہ "مدعی کو اپنے مقصد میں کامیاب سمجھا جاتا ہے نہ امر دیگر میں" ایک ایسا صاف اور بیّن معیار ہے۔ کہ جس سے یہ سوال خود بخود حل ہو جاتا ہے۔ جب بعض انبیاء کی غرض بعثت ہی یہی ہوتی ہے۔ کہ وہ اتمام حجّت کریں۔ تو ان کو دوسرے امور میں کامیاب نہ خیال کرکے اعتراض کرنا غلطی ہے۔

Digitized by Khilafat Library

آیت جاعل الذین الآیہ کے پورا ہونے سے گو حضرت عیسٰی علیہ السلام کی گونہ کامیابی ظاہر ہوتی ہے۔ کیونکہ ان کی پیشگوئی پوری ہوئی۔ لیکن تاہم ہم اسے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی ذاتی کامیابی نہیں تسلیم کرتے بلکہ حضرت عیسٰیؑ کی ذاتی کامیابی اوپر گذر چکی ہے۔ آپ کا یہ کہنا درست نہیں کہ الذین اتبعوک سے نصاریٰ مراد نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ اتباع کے لئے یہ شرط نہیں کہ وہ درست اتباع ہی ہو خصوصاً جب کہ اصل حکم کا ان کو علم ہی نہ ہو۔

اور پھر یہ بھی غلط ہے۔ کہ اگر اتباع کا صحیح معنی مراد نہیں تو کفروا سے یہود بھی مراد نہیں کیونکہ وہ اُمّت جس پر ماننا فرض ہے۔ اور جو نہ ماننے سے کافر قرار دی جاتی وہ صرف اور صرف یہود ہیں۔ اگر ہنود حضرت عیسٰیؑ کو نہ تسلیم کریں تو وہ الذین کفروا کی مدّ میں شامل نہیں ہونگے کیونکہ وہ تو رسولاً الیٰ بنی اسرائیل تھے۔ پس یہ استدلال اور یہ اعتراض درست نہیں۔ بلکہ باوجود اتباع کے حقیقی مراد نہ ہونے کے بھی الذین کفروا سے یہود ہی مراد ہونگے۔

اور حدیث کا پیش کرنا بھی محض اس وجہ سے ہے۔ کہ آپ نے انبیاءؑ کی کامیابی کا معیار اس بات کو ٹھیرایا ہے۔ کہ لوگ انپر بکثرت ایمان لے آویں۔ حالانکہ یہ بنیاد ہی خام ہے۔ انبیاءؑ کی کامیابی کا معیار تو یہ ہے۔ کہ جس کام کے لئے اُٹھیں۔ اسکو کرکے دکھا دیں۔ اگر اتمام حجّت کے لئے مبعوث کئے گئے ہوں تو اسی کو بخوبی سرانجام دیں۔ اگر آپ اس بات کو مدّ نظر رکھ کر سوانح انبیاء کرامؑ پر غور کرینگے تو انشاء اللہ تعالیٰ سب فرستادگانِ خدا کو مظفر و منصور پائینگے۔

سوال چہارم۔ ماکنا معذبین حتّٰی نبعث رسولاً۔ والا قانون معیارِ صداقت کیونکر ہو جبکہ سنہ ۶۰ء کے بعد یورپ طاعون کا شکار رہا اور اتمام حجّت کے لئے کوئی مبعوث نہ ہُوا اور سنہ ۱۳۴۰ء میں اسی وبا کا وہ جارحانہ حملہ ہُوا کہ کروڑوں راہیٔ ملک عدم ہوئے (Dictionary of Medicine) بصرہ میں سخت طاعون آیا (تاریخ ابن جوزی) شاہجہان کے وقت ہند پر طاعون نے حملہ کیا۔ بغداد میں ترکوں کے ہاتھوں مسلمانوں پر وہ آفت آئی کہ الامان۔ دنیا کے مختلف حصوں میں زلزلہ آنیکا ذکر تواریخ میں بکثرت موجود ہے۔ (تاریخ الخلفاء وغیرہ) سنہ ۲۴۵ھ میں زمین پر ایسے سخت زلزلے آئے کہ شہر کے

شہر منہدم ہو گئے قلعے مسمار ہو گئے پہاڑ زمین پر دھس گئے۔ غرض مختلف عذاب مختلف جگہوں میں آتے رہے لیکن کوئی نذیر مبعوث نہ ہوا۔ اگر عذاب سے عالمگیر عذاب مراد ہو تو وہ نہ قرآن میں مذکور ہے اور نہ اسکا وجود کبھی پایا گیا اور نہ اس وقت پایا جاتا ہے کبھی یہاں کبھی وہاں پہلے بھی تھا۔ علاوہ ہذا قحط چین و روس میں۔ زلازل جاپان و امریکہ میں۔ وبا کا زور یورپ میں اور نذیر ملک ہند میں وہ بیچارے غافل۔ آخر انزال عذاب ان ممالک میں کس انصاف پر؟

الجواب۔ ہم اگر آپکے سب تاریخی حوالے تسلیم بھی کر لیں۔ تو بھی اس سے اس آیت پر کوئی حرف نہیں آتا۔ کیونکہ اس آیت میں عالمگیر عذاب کا ذکر ہے۔ اور ان صورتوں اور واقعات سے عالمگیر عذاب ثابت نہیں ہوتا۔ باقی آپکا یہ کہنا "اگر عذاب سے عالمگیر عذاب مراد ہو تو وہ نہ قرآن میں مذکور ہے اور نہ اس کا وجود کبھی پایا گیا۔ اور نہ اس وقت پایا جاتا ہے" درست نہیں کیونکہ شق اوّل یعنی قرآن مجید میں عالمگیر عذاب کا ذکر نہیں اس طور پر باطل ہے۔ کہ خدا تعالیٰ رسول کیوں بھیجتا ہے۔ محض اس لئے کہ لوگ ہدایت قبول کریں۔ ورنہ اتمام حجّت کے بعد ہلاک کیئے جائیں۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ولو انّا اھلکناھم بعذاب من قبلہ لقالوا ربنا لولا ارسلت الینا رسولا فنتبع اٰیاتک من قبل ان نذّل و نخزی (طٰہٰ ع) اور اب آیندہ باب نبوّت مسدود ہے۔ مگر آنحضرت صلعم کی ظلیت میں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے قل یاایّھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعًا۔ کہ آپ سارے جہان کی طرف مبعوث ہیں۔ تو اب جو بھی نبی آئیگا۔ وہ سارے جہان کے لئے ہی مرسل ہو کر آسکتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اُمّت محمّدیہ میں کثرت سے نبی نہیں پیدا ہوئے۔ جیسا کہ بنی اسرائیل میں ہوتا تھا۔ اور جب نبی سارے جہان کے لئے آئیگا۔ تو اس کا منکر بھی سارا جہان ہی ہوگا۔ اس لئے عذاب بھی ان سب پر آئیگا۔ تو گویا اب نبی کے انکار سے عذاب بھی عالمگیر ہی آئیگا۔ جس پر خود یہ آیت قرآنی شاہد ہے۔ وما کنا معذبین حتّٰی نبعث رسولًا۔ کہ عذاب بعد از بعثت رسول آتا ہے اور رسول اب ساری دنیا کے لئے آسکتا ہے۔ تو عذاب بھی جو مقتضیٔ رسول ہو عالمگیر ہوگا۔ شق ثانی کہ عالمگیر عذاب نہیں آسکتا۔ اسکی وجہ آپنے بیان نہ کی یہ تو کوئی دلیل نہیں کہ پہلے ایسا نہیں پایا گیا۔ کیونکہ اس کی تو یہ وجہ تھی۔ کہ اوّل تو کوئی رسول ساری دنیا کی طرف مبعوث نہ ہُوا تھا پھر بعد کے وقت میں گو نبی کریم صلعم ساری دنیا کی طرف رسول تھے۔ لیکن ابھی تک آپکی تبلیغ اکناف عالم تک نہ پہنچی تھی۔ اور نہ ہی ان لوگوں کے پاس اس قسم کے ذرائع تھے۔ کہ اگر

ان کو بذریعہ عذاب تنبیہ کی جائے کہ کسی نبی کی تلاش کرو۔ تو وہ دوسرے ممالک کے حالات معلوم کر سکتے۔ لہذا اس زمانہ سے پیشتر کوئی ایسا زمانہ نہ تھا۔ کہ جس میں عالمگیر عذاب آسکتا۔

باقی یہ کہنا۔ کہ اب بھی عالمگیر عذاب نہیں بالکل نادرست ہے۔ اوّل تو قاعدہ ہے للاکثر حکم الکل۔ کہ اکثر کا حکم تمام کا حکم ہوتا ہے۔ لیکن اگر یہ بات نہ بھی ملحوظ رکھی جائے۔ تب بھی اس وقت کوئی قطعہ زمین ایسا نہیں کہ جو عذاب سے خالی ہو۔ اگر آپ کو معلوم ہو۔ تو اس سے آگاہ فرماویں۔ ہاں یہ بات ضرور ہے۔ کہ جتنا جتنا ان علاقوں میں حق تبلیغ ادا ہو چکا ہے۔ اتنا اتنا عذاب بھی زیادہ ہے۔

باقی آپ کا یہ اعتراض کہ جو لوگ بالکل غافل ہیں۔ ان پر کیوں عذاب نازل کیا جاتا ہے اس طور پر باطل ہے۔ کہ اوّل تو اللہ تعالیٰ علیم بذات الصدور ہے۔ وہ ہر ایک کے ارادہ اور نیت سے آگاہ ہے۔ اگر کوئی غافل ہے۔ تو اس سے ویسا ہی بر عائت حالات سلوک کریگا۔ اس کے لئے وہ عذاب نہیں ہوگا۔ کیونکہ عذاب تو انکار اور شوخی پر مترتب ہوتا ہے۔ اسے اس تکلیف کا اجر دیا جائیگا۔ لیکن ان لوگوں کے دوسرے حصہ کے لئے یہ عذاب بطور تنبیہ کے ہے۔ کہ اے لوگو! ہشیار ہو جاؤ۔ اور تلاش کرو۔ دنیا میں خدا کا رسول مبعوث ہو چکا ہے۔ تو گویا وہ عذاب اور مصائب اس نبی کی طرف متوجہ کرنے کے لئے ہوتے ہیں ؛

ثلثۃ اقمار والی حدیث	عن عائشہ قالت رأیت ثلثۃ اقمار سقطن فی حجرتی فقصصت رؤیای علیٰ ابی بکر فسکت فلما توفی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ودفن فی بیتی قال ابو بکر ھذا احد اقمارک وھو خیرھا (تلخیص الصحاح جلد

اوّل صفحہ ۲۸۴ موٴطا امام مالک کتاب الجنائز) عائشہ رضؓ سے روایت ہے۔ کہ مینے رؤیا میں دیکھا کہ تین چاند میرے حجرے میں گرے ہیں۔ مینے یہ خواب حضرت ابو بکرؓ کے آگے بیان کی تو آپ چپ رہے۔ اور جواب نہ دیا۔ جب آنحضرت صلعم نے وفات پائی اور میرے گھر میں دفن کیئے گئے تو ابو بکرؓ نے کہا۔ کہ یہ تیرے چاندوں میں سے ایک چاند ہے اور یہ سب سے بہتر ہے پس اگر کوئی چوتھی قبر بھی بننی ہوتی۔ تو چاہیئے تھا۔ کہ چار چاند دکھائی دیتے۔

اور جس حدیث میں حضرت عائشہؓ سے چار قبروں کے متعلق روایت آئی ہے۔ وہ اسلیئے ضعیف ہے کہ بخاری کی حدیث اسکے خلاف ہے۔ جسمیں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کنت اریدہ لنفسی فلا وثرنہ الیوم علیٰ نفسی کہ یہ جگہ مینے اپنے لئے پسند کر تی تھی مگر حضرت عمرؓ کو اپنے پر مقدم کرتی ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں اور کوئی جگہ ہی نہیں تھی۔ جہاں حضرت عیسیٰؑ ابن مریم کے دفن ہونے کا گمان ہو سکے۔ (شمس)

سلطان القلم کی صدائے قت

ایک مقتلّد کی بطالت

(مسیح بن مریم کی توفّی و رفع الی اللہ)

قولہ:۔ بیشک حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید و احادیث صحیحہ و اجماع مفسرین اسپر شاہد ہے۔

اقول:۔ قرآن مجید کی کسی آیت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات ثابت نہیں ہے۔ اور نہ ہی کسی حدیث صحیح مرفوع متصل سے۔ اور نہ ہی اس پر اجماع مفسرین ہے۔ چنانچہ دو مفسرین کی رائے یہاں درج کرتا ہوں۔

Digitized by Khilafat Library

(۱) چنانچہ عبدہ مفتی دیار مصریہ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے:۔

"والتوفی فی اللغة اخذ الشئ وافیا تاما ومن ثم استعمل بمعنی الاماتة قال تعالیٰ اللہ یتوفی الانفس حین موتها وقال قل یتوفاکم ملک الموت فالمتبادر فی الآیة انی ممیتک وجاعلک بعد الموت فی مکان رفیع عندی کما قال فی ادریس علیہ السلام ورفعناہ مکانا علیا۔ واللہ تعالیٰ یضیف الیه ما یکون فیه الابرار من عالم الغیب قبل البعث وبعدہ کما قال فی الشهداء احیاء عند ربهم وقال ان المتقین فی جنات ونهر فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر واما تطهیرہ من الذین فهو انجاؤہ مما کانوا یرمونه به او یرومونه منه ویریدونه به من الشر هذا ما یفهمه القارئ الخالی الذهن من الروایات ولکن المفسرین قد حولوا الکلام عن ظاهرہ لینطبق علیٰ ما اعطتهم الروایات من کون عیسیٰ ؑ رفع الی السماء بجسدہ وهاک ما قاله الاستاذ الامام فی ذالک" تفسیر عبدہ صفحہ ۳۱۶ جلد ۳

لکھتے ہیں۔ کہ توفی کے معنی لغت میں کسی چیز کو پورا پورا لینے کے ہیں اور یہیں سے وہ اماتت کے معنوں میں بھی استعمال ہونے لگا ہے۔ جیسا کہ آیت اللہ یتوفی الانفس حین موتها اور قل یتوفاکم ملک الموت میں موت کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ تو آیت انی متوفیک ورافعک

کے معنی متبادر یہی ہیں۔ کہ میں تجھے مارنے والا ہوں۔ اور موت کے بعد تجھے ایک بلند مرتبے پر پہنچانے والا ہوں۔ جیسا کہ حضرت ادریسؑ کے حق میں ورفعناہ مکاناً علیاً فرمایا ہے۔ اور خدا تعالیٰ ان جگہوں اور حالتوں کو جنہیں ابرار نے اگلے جہان میں رہنا ہوتا ہے۔ بعثت کے پہلے اور بعد کو اپنی طرف نسبت کرتا ہے۔ جیسا کہ شہداء کے بارے میں احیاء عند ربہم فرمایا ہے۔ اور اسی طرح آیت ان المتقین فی جنات ونہر فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر میں متقیوں کی جگہ کو اپنے پاس بنایا ہے۔ اور تطہیر سے مراد جس بات کی وہ تہمت لگاتے تھے اس سے پاک کرنا یا جو ایذا اور غیرہ پہنچانا چاہتے تھے اس سے بچانا ہے۔ پس یہ بات ہے۔ جو کہ ایسا قاری جو روایات سے خالی الذہن ہو سمجھتا ہے۔ لیکن دوسرے مفسرین نے اس کلام کو ظاہر سے پھیر کر روایات کے مطابق کرنا چاہا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ آسمان پر بجسد العنصری اٹھائے گئے ہیں۔ پس چاہیئے کہ تو اس بات کو لیلے جو استاذ امام نے اس بارے میں کہی ہے۔

یہ ایک محقق کی رائے ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر زندہ ہونا بالکل قرآن مجید سے ثابت نہیں ہوتا۔ مگر بعض روایات کے ماتحت مفسرین نے قرآن مجید کی آیات کو ظاہر سے پھیرا ہے مگر یہ ان کی غلطی ہے۔ اور اس میں ان کا قصور نہیں ہے۔ کیونکہ المجتهد قد یخطی ویصیب مجتہد کبھی غلطی بھی کرتا ہے اور کبھی صواب بھی کرتا ہے۔ مگر اب مسیح موعودؑ نے کھول کر بتا دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ نہیں بلکہ وفات پا گئے ہیں۔ اس لئے اب کسی کا یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ آسمان پر زندہ ہیں گناہ ہے۔ احادیث کا مرتبہ یہ نہیں ہے کہ انہیں قرآن پر قاضی قرار دیا جائے۔ بلکہ اگر قرآن پر کوئی قاضی ہو تو وہ خود قرآن ہے۔ حدیث جو ایک ظنی مرتبہ پر ہے۔ قرآن کی ہرگز قاضی نہیں ہو سکتی۔ صرف ثبوت مؤید کے رنگ میں ہے۔ پس مطابق فرمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ضروری تھا کہ روایات کو قرآن مجید کے ماتحت کیا جاتا۔ نہ کہ قرآن مجید کو احادیث کے مطابق بنانے کی کوشش کی جاتی۔ اگر قرآن مجید کے ظاہری معنی درست تھے۔ اور احادیث کے ظاہری معنی اس سے مطابقت نہیں رکھتے تو اس حدیث کی تاویل کی جائیگی۔ اور قرآن مجید کے ساتھ مطابقت دیجائیگی نہ یہ کہ قرآن مجید کی آیات کے معنی ظاہر سے پھیر کر حدیث کے مطابق کیئے جاتے۔ جان لو۔ کہ قرآن مجید حدیث پر قاضی ہے اگر کوئی ایسی حدیث ہو کہ وہ بالکل قرآن مجید کے مطابق نہ ہو سکے تو اُسے ردّ کیا جائیگا۔

Digitized by Khilafat Library

(۲) دوسری تفسیر وہ ہے جو سر سید نے لکھی ہے اس میں وہ لکھتے ہیں:-

"اب ہم کو قرآن مجید پر غور کرنا چاہیئے۔ کہ اس میں کیا لکھا ہے۔ قرآن مجید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے متعلق چار جگہ ذکر آیا ہے...... پہلی تین آیتوں سے حضرت عیسیٰؑ کا اپنی موت سے وفات پانا ظاہر ہے۔ مگر چونکہ علماء اسلام نے بہ تقلید بعض فرق نصاریٰ کے قبل اسکے کہ مطلب قرآن مجید پر غور کریں۔ یہ تسلیم کر لیا تھا۔ کہ حضرت عیسیٰؑ زندہ آسمان پر چلے گئے ہیں۔ اسلئے انہوں نے ان آیتوں کے بعض الفاظ کو اپنی غیر محقق تسلیم کے مطابق کرنیکی بھی کوشش کی ہے۔

پہلی آیت میں صاف لفظ متوفیك کا واقع ہے۔ جسکے معنی عموماً ایسے مقام پر موت کے لئے جاتے ہیں۔ خود قرآن مجید سے اسکی تفسیر پائی جاتی ہے۔ جہاں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے اللہ یتوفی الانفس ابن عباس اور محمد بن اسحاق نے بھی (جیسے کہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے) متوفیك کے معنی ممیتك کے لئے ہیں۔

یہی حال لفظ توفیتنی کا ہے۔ جو دوسری آیت میں ہے۔ اور جسکے صاف معنی یہ ہیں۔ کہ جب تو نے مجھ کو موت دی یعنی جب میں مرگیا۔ اور ان میں نہیں رہا۔ تو تو ان کا نگہبان تھا۔ پہلی آیت اور چوتھی آیت میں جو رفع ہے۔ اس سے حضرت عیسیٰؑ کی قدر و منزلت کا اظہار مقصود ہے۔ نہ یہ کہ انکے جسم کو اٹھا لینے کا۔ تفسیر کبیر میں بھی بعض علماء کا قول لکھا ہے۔ کہ لفظ رفع کا تعظیماً اور تفخیماً بولا گیا ہے۔ جیسا کہ لکھا ہے:۔

Digitized by Khilafat Library

"قوله رافعك الیّ ان المراد الی محل کرامتی وجعل ذالك رفعا الیه للتفخیم والتعظیم ومثله قراءۃ انی ذاهب الی ربی سیهدین وانما ذهب ابراهیم من العراق الی الشام وقد یقول السلطان ارفعوا هذا الاعرابی الی القاضی وقد یسمی الحجاج زوار الله والمجاورون جیران الله والمراد من ذالك التعظیم والتفخیم فکذا ههنا" تفسیر سرسید صفحہ ۴۸ جلد ۲

یعنی مراد رافعك سے عزت کے مقام پر لیجانا ہے۔ اور بطور تعظیم کے رفع کا لفظ بولا گیا ہے جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ عراق سے شام کی طرف گئے تھے تو انہوں نے کہا کہ میں اپنے خدا پاس جا رہا ہوں وہ مجھے ہدایت دیگا۔ اسی طرح بادشاہ کہا کرتے ہیں۔ کہ اس اعرابی کو قاضی کے پاس لیجاؤ۔ اور کبھی حاجیوں کو اللہ کی زیارت کرنیوالے اور مجاوروں کو اللہ کے ہمسائے کہا جاتا ہے اور مراد اس سے انکی تعظیم اور تفخیم ہوتی ہے اسی طرح یہاں رفع کا لفظ بھی تعظیم کیلئے درجات کے بلند ہونیکی وجہ سے بولا گیا ہے۔

پھر قریباً تمام تفسیروں میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ سات گھڑی مر گئے تھے۔ پھر اُٹھائے گئے۔ بعض تین گھڑی لکھتے ہیں۔ غرضیکہ ان میں سے بھی موت کو تسلیم کرتے ہیں۔ کہ ان پر ایک دفعہ موت آگئی تھی۔ اور قرآن مجید سے ثابت ہے۔ کہ مردے دنیا میں پھر نہیں آسکتے۔ پس یہ کہنا بھی غلط ہوا کہ مفسرین کا اس بات پر اجماع ہے کہ حضرت عیسیٰؑ زندہ ہیں۔

قولہ - ما قتلوہ و ما صلبوہ یعنی نہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا گیا۔ اور نہ سُولی دیا گیا ہے۔ بل رفعہ اللہ الیہ یقیناً بلکہ اس میں یقین ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو اپنی طرف زندہ اُٹھا لیا۔ پس اس آیت شریف سے اظہر من الشمس ثابت ہوا۔ کہ حضرت عیسیٰؑ کو زندہ ہی اُٹھایا گیا ہے۔ کیونکہ فعل قتل اور صلیب کا جسم عنصری پر ہوا کرتا ہے۔ نہ روح پر جسکو قتل اور صلیب سے بچایا گیا ہے۔ اسی کو اُٹھایا گیا ہے۔

Digitized by Khilafat Library

اقول - اوّل - بل رفعہ اللہ الیہ یقیناً یقیناً قرآن مجید کی آیت نہیں ہے۔ بلکہ آیت وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ ہے۔

دوم - معترض کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ رفع روحانی سے مراد ہماری یہ نہیں۔ کہ روح تو آسمان پر اُٹھائی گئی اور ان کا جسم یہیں چھوڑ دیا گیا ہے۔ بلکہ رفع روحانی سے مراد خدا تعالیٰ کا مقرب ہونا ہے۔ کیونکہ یہ اپنے اس قول سے ملعون ثابت کرنا چاہتے تھے۔ اور ملعون اسے کہتے ہیں۔ جو خدا تعالیٰ سے دُور ہو۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ انہوں نے یقیناً اسے قتل نہیں کیا۔ جسکی بنا پر وہ کہیں۔ کہ حضرت مسیحؑ نعوذ باللہ ملعون تھے۔ بل رفعہ اللہ الیہ بلکہ خدا تعالیٰ نے آپ کو اپنا مقرب بنایا ہے۔ پس اعتراض نہ رہا۔ کیونکہ بل رفعہ میں ضمیر کا مرجع مسیح ہی ہے۔ اور یہاں بل ترقی کے لئے ہے۔ پہلے تو خدا تعالیٰ نے انکے قول کی نفی کی اور فرمایا کہ انہوں نے اُسے قتل نہیں کیا اسلئے وہ ملعون نہیں ہو سکتا۔ پھر اس سے ترقی کی اور فرمایا۔ کہ وہ خدا سے دُور نہیں بلکہ اس کا مقرب ہے۔ اور بل ترقی کیلئے ہوتا ہے۔ (ملاحظہ ہو مسلم الثبوت صفحہ ۶۲) اور یہود کا یہ مسلمہ مسئلہ تھا۔ کہ جو صلیب پر لٹکا کر مارا جاتا ہے۔ وہ لعنتی ہے جیسا کہ استثناء ۲۱/۲۳ میں لکھا ہے:۔

"کیونکہ وہ جو پھانسی دیا جاتا ہے خدا کا ملعون ہے"

پھر اسی طرح استثناء ۱۳/۵ میں جھوٹے نبی کے متعلق لکھا ہے:۔

"اور وہ نبی (جھوٹا۔ راقم) یا وہ خواب دیکھنے والا قتل کیا جائیگا"

اسی طرح جھوٹے نبیوں کے متعلق یرمیاہ ۱۴/۱۵ میں لکھا ہے:۔

"یہ نبی تلواروں اور کال سے ہلاک کیئے جائینگے"
اور خود عیسائی بھی مصلوب کو ملعون مانتے ہیں۔ جیسا کہ گلاتیوں ۳/۱۳ سے ظاہر ہے:۔
"مسیح نے ہمیں مول لیکر شریعت کی لعنت سے چھوڑایا۔ کہ وہ ہمارے بدلے میں لعنت ہُوا"
پس خدا تعالیٰ نے ان کے عقیدے کی نفی کی ہے۔ کہ وہ صلیب پر مرا نہیں۔ اسلئے وہ ملعون نہیں ہے، جیسا کہ تمہارا خیال ہے۔

سوم۔ یہ بھی غلط ہے۔ کہ دو ضمیروں کا جب مرجع ایک ہو۔ تو ضروری ہے کہ ایک ہی جہت سے اسکی طرف دونو ضمیریں پھیری جائیں۔ قرآن مجید میں اسکی مثالیں موجود ہیں۔ مثلاً ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء و لکن لا تشعرون۔ کہ تم ان لوگوں کو جو خدا کے رستے میں قتل کیئے جاتے ہیں مردے نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں اب بتاؤ کہ قتل تو وہ اس جسم سے ہوئے تھے۔ تو کیا وہ زندہ بھی اسی جسم کے ساتھ ہیں۔ ہرگز نہیں۔ اسی طرح انا للہ وانا الیہ راجعون میں بھی یہ مراد نہیں ہے کہ ہم اسی جسم اور روح سمیت خدا کے پاس جانیوالے ہیں۔

اور عربی زبان میں جائز ہے کہ ایک چیز کی طرف ضمیر اور معنوں کے لحاظ سے اور دوسری ضمیر دوسرے معنوں کے لحاظ سے پھیری جائے۔ اور ایسا کرنیکا نام علم البدیع میں صنعت استخدام ہے جس کی تعریف یہ ہے:۔

Digitized by Khilafat Library

الاستخدام وھو ان یراد بلفظ لہ معنیان احدھما ثم یراد بضمیرہ معناہ الاٰخر او یراد باحد ضمیریہ احدھما ثم یراد بالاٰخر معناہ الاٰخر مثال الثانی
فسقی الغضا والساکنیہ وان ھم
شبوہ بین جوانحی و ضلوعی (مختصر معانی)

استخدام یہ ہے۔ کہ ایک لفظ کے دو معنی ہوں انمیں سے ایک معنی مراد ہوں پھر ضمیر لاکر اسکے دوسرے معنی مراد لئے جائیں۔ یا اس لفظ کے لئے دو ضمیریں لائی جائیں۔ ایک ضمیر سے مراد ایک معنی ہوں اور دوسری ضمیر سے مراد دوسرے معنی لئے جائیں۔ جیسے اس شعر میں لئے گئے ہیں۔ جس کا ترجمہ یہ ہے:۔

پس غضا گاؤں اور اس میں رہنے والوں کو پانی پلایا۔ اور اگرچہ انہوں نے اسکو میرے اندرونی اعضاء اور پسلیوں میں بھڑکا دیا ہے۔ غضا ایک گاؤں کا نام ہے اور اسکے معنی جنڈ درخت کے بھی ہیں۔ شاعر نے والساکنیہ میں تو ضمیر بلحاظ گاؤں کے اور شبوہ میں جنڈ کا درخت مراد

لیکن ضمیر پھیری ہے۔ اسی طرح اگر رفع روحانی جیسا کہ آپنے لکھا ہے مے لیں۔ تو اس میں عربی قواعد کی رو سے کوئی اشکال نہیں پڑتا۔ حضرت عیسیٰؑ کا اطلاق روح پر بھی ہو سکتا ہے اور جسم پر بھی ما قتلوہ وما صلبوہ میں تو بقول آپکے جسم مراد ہے۔ وہاں آپکے معنوں کے لحاظ سے روح مراد ہو نہیں سکتی کیونکہ اُسے قتل نہیں کیا جاتا۔ اور بل رفعہ اللّٰہ میں ضمیر کا مرجع صرف روح لیا جائے جیسا کہ صرف روح کے لئے بھی وہی الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ جو روح مع الجسد کے لئے جیسا کہ آیات الی اللّٰہ مرجعکم اور انا للّٰہ وانا الیہ راجعون اور آیت ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللّٰہ اموات سے ظاہر ہے۔ پس یہ ضروری نہیں ہے کہ جس جہت اور لحاظ سے ایک ضمیر سے مراد ہے دوسری ضمیر سے بھی وہی مراد ہے۔

پھر آیت ما قتلوہ یقیناً کے ماتحت ابو حیان بحر المحیط میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"قال ابن عباس والسدی وجماعة فی قتلوہ عائد علی الظن تقول قتلت هذا الامر علماً اذا قطعت به وجزمت الجزم الذی لا یخالفه شئ فالمعنی وما صح ظنهم عندهم وما تحققوہ یقینا ولا قطعوا الظن بالیقین وقال الفراء وابن قتیبة الضمیر عائد علی العلم ای ما قتلوا العلم یقینا یقال قتلت العلم والرای یقینا وقتلته علما لان القتل للشئ یکون عن قهر واستعلاء فکانه قیل ولم یکن علمهم بقتل المسیح علما احیط به انما کان ظنا۔" (بحر محیط جلد ۳ صفحہ ۳۹۱)

ابن عباس اور سدی اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ قتلوہ میں ضمیر ظن کی طرف لوٹتی ہے۔ قتلت هذا الامر علما کہ میں نے اس بات کو علم کے لحاظ سے قتل کیا تو اس وقت کہیگا جب تجھے اس امر کے متعلق یقین ہو اور ایسا جزم اور یقین حاصل ہو کہ جسکے مخالف کوئی چیز نہ ہو۔ معنی آیت کے یہ ہوئے۔ انکا ظن انکے نزدیک صحیح نہیں ہوا۔ اور یقیناً متحقق نہیں خیال کیا۔ اور نہ اپنے ظن کو یقین سے بدلا ہے یعنی انہوں نے اپنے ظن پر ہی کہا اور انکو اپنے اس قول پر یقین نہیں ہوا۔ فراء اور ابن قتیبہ نے کہا ہے ضمیر کا مرجع علم ہے۔ یعنی انہوں نے اپنے علم کو یقیناً قتل نہیں کیا۔ محاورہ ہے۔ قتلت العلم والرای یقینا میں نے علم اور رائے کو از روئے یقین کے قتل کیا۔ اسی طرح قتلته علما میں نے اسے از روئے علم قتل کیا بولا جاتا ہے۔ کیونکہ قتل شئی کے لئے قہر اور غلبہ سے ہوتا ہے گویا کہ یہ اس آیت میں کہا گیا ہے۔ کہ انکا علم قتل مسیح کے متعلق یقینی علم نہیں ہے بلکہ ظنی ہے۔

اس حوالہ سے ثابت ہے کہ ما قتلوہ یقیناً میں ضمیر کا مرجع مسیح نہیں۔ پھر عربی میں جہت بتلانے

کے لئے شطر۔ تلقاء۔ قبل کا لفظ ہے۔ لیکن الیٰ کا لفظ انتہائے غایت کے لئے آتا ہے اور اگر غایت جنس مغیا سے ہو تو غایت مغیا میں داخل ہوتی ہے جیسے فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق اب کہنیاں بھی غسل میں شامل ہیں۔ اور اگر غایت جنس مغیا سے نہ ہو تو غایت شامل نہیں ہوتی جیسے اتموا الصیام الی اللیل میں رات شامل نہیں اس حالت میں مغیا کی انتہا غایت تک ہوگی مثلاً روزہ دن کی حالت میں نہیں کھول سکیگا۔ جب تک کہ سورج غروب نہ ہو جائے اور رات کی آمد نہ شروع ہو۔ اگر تو آیت میں وہ غایت مکانی مراد لیتے ہیں تو تعیین کریں کہ خدا کہاں رہتا ہے۔ خدا تعالےٰ کے لئے قرآن مجید میں الرحمان علی العرش استویٰ اور استویٰ علے العرش آیا ہے۔ اس سے تو عیسائیوں کا عقیدہ لازم آئیگا کہ مسیحؑ خدا کے دائیں ہاتھ بیٹھا ہے۔ اور اگر یہ صورت اختیار کریں کہ خدا ہر جگہ ہے جیسا کہ آیت وھو اللہ فی السمٰوات وفی الارض اور وھو معکم اینما کنتم سے ثابت ہے تو اس صورت میں جہاں تھے وہیں رہینگے۔ تو اس سے وفات مسیحؑ ثابت ہو جائیگی کہ روح جو کہ آسمانی چیز ہے اسکا رفع آسمان کی طرف اور جسم جو خاکی اور ارضی چیز ہے اس کا زمین کی طرف اور تفریق بین الروح والجسد کا نام ہی موت ہے۔ خدا تعالیٰ نے اپنی حکمت کاملہ کے ماتحت ہر ایک کے اٹھوانیکے لئے بھی ویسی ہی چیز رکھی ہے۔ روح کے لئے فرشتے جو دکھائی نہیں دیتے اٹھانے والے رکھے اور جسم جو مرئی چیز ہے اسکے لئے انسان جو مرئی ہیں اٹھانے والے قرار دئیے اور زمین میں جسم کا رفع ہونا اسی طرح ہے جیسے انا ارسلنا نوحا الیٰ قومہ میں حضرت نوحؑ کا اپنی قوم کی طرف رسول ہونا۔ حالانکہ وہ زمین میں سے تھے۔ کہیں سے چلکر انکے پاس نہیں آئے تھے۔ فافہم۔

قولہ۔ رفع کے معنی از روئے علم لغت اونچا کرنے اور اٹھانیکے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید واحادیث شریف وکتب فقہ بھی انہی معنوں پر شاہد ہیں۔ دیکھو آیات ورفع ابویہ علی العرش و رفعنا فوقکم الطور الخ

اقول۔ رفع کے معنی از روئے علم لغت و قرآن مجید واحادیث صحیحہ جبکہ خدا تعالیٰ فاعل اور مفعول کوئی ذی روح چیز ہو تقرب اور اسعاد اور درجات کی بلندی کے سوائے نہیں ہوتے۔ لغت کی کتابوں میں لکھا ہے:۔

Digitized by Khilafat Library

”وفی اسماء اللہ الرافع الذی یرفع المؤمنین بالاسعاد واولیاءہ بالتقریب“ (لسان العرب)

کہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام رافع بھی ہے۔ جو مومنوں کا رفع بلحاظ اسعاد کے اور اپنے اولیاء کا بلحاظ تقریب کے کرتا ہے انکو اپنا مقرب بناتا ہے۔ اس حوالہ سے ثابت ہے۔ کہ بلحاظ لغوی

معنوں کے جب خدا تعالیٰ رافع ہوگا اسوقت تقرب اور اسعاد کے سوا اور کوئی معنی نہیں ہونگے اسیواسطے مفردات راغب نے لفظ رفع کے ماتحت لکھا ہے:-

"وتارۃ فی المنزلۃ اذا شرفتھا نحو قولہ ورفعنا بعضھم[۲] نرفع درجات من نشاء۔ رفیع الدرجات[۳] بل رفعہ اللہ الیہ یحتمل رفعہ الی السماء ورفعہ من حیث التشریف"

کہ رفع کبھی بلحاظ منزلت اور بزرگی کے ہوتا ہے جیسا کہ آیات رفعنا بعضھم و نرفع درجات من نشاء اور رفیع الدرجات ہے اور بل رفعہ اللہ الیہ میں آسمان کی طرف جانیکا بھی احتمال ہوسکتا ہے اور یہ بھی احتمال ہے۔ کہ بلحاظ بزرگی کے رفع ہو یعنی خدا تعالیٰ نے اُسے بزرگ بنایا اسکے درجات کو بلند کیا۔ اب قرآن مجید اور احادیث کی مثالیں سنئے۔

قرآن مجید (۱) ولو شئنا لرفعناہ بھا ولکنہ اخلد الی الارض واتبع ھواہ اگر ہم چاہتے تو اسکا رفع کرتے۔ ولیکن وہ زمین کی طرف جھک گیا۔ اور اپنی خواہشات کی پیروی کی

(۲) یرفع اللہ الذین اٰمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات (مجادلہ ع۲)

کہ خدا تعالیٰ ان لوگوں کا جو تم سے مومن ہوئے اور اہل علم کا درجات کے لحاظ سے رفع کرتا ہے۔

(۳) فی بیوت اذن اللہ ان ترفع (نور ع۶) ایسے گھروں میں کہ خدا تعالیٰ نے حکم دیدیا ہے کہ اب ان کا رفع کیا جائے۔ ان سب آیات میں رفع کے معنی درجات کی بلندی اور تقرب کے آئے ہیں

احادیث سے مثالیں (۱) وھل رفعنی اللہ الا بک (حاشیہ سندی بر ابن ماجہ بر حاشیہ ابن ماجہ مطبوعہ مصر جلد ۱ صـ۲۷) حضرت عمرؓ نے آنحضرتؐ سے عرض کیا۔ کہ خدا تعالیٰ نے آپکے ذریعہ ہی میرا رفع کیا ہے۔

Digitized by Khilafat Library

(۲) ان اللہ یرفع بھذا الکتاب اقواماً و یضع بہ اٰخرین (ابن ماجہ مطبوعہ مصر جلد صـ۴۹) کہ خدا تعالیٰ اس کتاب یعنی قرآن مجید کے ذریعہ قوموں کا رفع کرتا ہے۔

(۳) حق علی اللہ ان لا یرفع شیئاً الا وضعہ (ابوداؤد جلد ۲ صـ۳۱۴) انسؓ سے روایت ہے۔ کہ آنحضرتؐ کی اونٹنی عضباء سے کوئی اونٹ دوڑ میں آگے نہیں بڑھ سکتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک اعرابی کا اونٹ دوڑ میں عضباء سے آگے بڑھ گیا۔ مسلمانوں پر اس کا آگے بڑھنا شاق گذرا تو آپنے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ کی شان ہی یہی ہے۔ کہ جسکا وہ رفع کرے اسکو نیچا بھی دکھاتا ہے

(۴) اسی طرح دعاء بین السجدتین میں بندہ خدا تعالیٰ کو رفع کا فاعل بنا کر دعا مانگتا ہے:-

"رب اغفرلی وارحمنی واجبرنی وارزقنی وارفعنی (ابن ماجہ جلد ا صفحہ ۱۵۰)

(۵) ما تواضع احد الا رفعہ اللہ (مسلم) کوئی خاکسار نہیں ہوتا مگر خدا تعالیٰ اسکا رفع کرتا ہے

(۶) اذا تواضع العبد رفعہ اللہ الی السماء السابعۃ (کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۲۵) جب بندہ خاکساری کرتا ہے۔ تو خدا اس کا ساتویں آسمان تک رفع کرتا ہے۔ اس میں باوجود آسمان کا لفظ ہونیکے آسمان پر جانیکے معنی نہیں لئے جاتے قابل غور ہے۔

(۷) من یتواضع للہ درجۃ یرفعہ اللہ درجۃ حتی یجعلہ فی علیین ومن یتکبر علی اللہ درجۃ یضعہ اللہ درجۃ حتی یجعلہ فی اسفل السافلین (کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۲۵) جو اللہ کے لئے ایک درجہ خاکساری اختیار کرتا ہے۔ اتنا ہی خدا تعالیٰ اس کا رفع کرتا ہے یہاں تک کہ اُسے علیین میں کر دیتا ہے اور جو ایک درجہ اللہ کے مقابلہ میں تکبر کرتا ہے۔ اسکو خدا تعالیٰ ایک درجہ نیچے کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اُسے اسفل السافلین میں کر دیتا ہے۔

(۸) یقول اللہ عز و جل من تواضع لی ھکذا رفعتہ ھکذا (کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۲۶) آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے جو میرے لئے اس طرح خاکساری کرتا ہے۔ تو میں اس کو اس طرح اُٹھاتا ہوں اور آنحضرتؐ نے اپنے ہاتھ اونچے کرکے دکھائے

(۹) ما من آدمی الا وفی راسہ سلسلتان سلسلۃ فی السماء السابعۃ وسلسلۃ فی الارض السابعۃ فاذا تواضع رفعہ اللہ بالسلسلۃ الی السماء السابعۃ واذا تجبر وضعہ اللہ بالسلسلۃ الی الارض السابعۃ (کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۲۶) ہر ایک آدمی کے سر میں دو سلسلہ ہیں ایک سلسلہ ساتویں آسمان میں اور دوسرا ساتویں زمین میں ہے جب انسان خاکسار بنتا ہے تو خدا اس کا ساتویں آسمان تک رفع کرتا ہے۔ اور جب متکبر بنتا ہے اور جبر کرتا ہے تو اُسے ساتویں زمین تک گرا دیتا ہے۔ اور اسکو نیچے کرتا ہے۔

مذکورہ بالا اسناد سے واضح ہے۔ کہ رفع کے معنی عربی زبان اور قرآن مجید و احادیث صحیحہ میں مذکورہ قاعدہ کی بنا پر تقرب اور سعادت اور بلندی درجات کے ہیں۔

قولہ۔۔۔ اسکے علاوہ تمام علماء دین و فقہائے کرام حنفیہ و شافعیہ و حنبلیہ و مالکیہ کا بھی اس بات پر اتفاق ہے اور تمام نے یہی لکھا ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں۔

اقول۔ ان علماء اور فقہاء کا لکھنا ایسا ہی ہے۔ جیسے کہ فقیہی اور فریسی یہودی علماء حضرت مسیح ناصری کی بعثت سے پہلے لکھتے چلے آتے تھے۔ کہ حضرت ایلیا بگولے میں ہو کر آسمان پر چلے

گئے ہیں۔ اور مسیحؑ کے نزول سے پہلے وہ آسمان سے نزول فرمائینگے۔ مگر وہ تو آسمان سے نہ اُترے اور مسیحؑ آگیا تو انہوں نے کہا کہ آپ کا دعویٰ باطل ہے کیونکہ ۲ سلاطین باب۲ آیت ۱۱ میں لکھا ہے کہ حضرت ایلیاءؑ آسمان پر گئے ہیں۔ اور ملاکی نبی کی کتاب باب۴ کے مطابق آپ کے دعوے سے پہلے ایلیاء نبی کا آسمان سے آنا ضروری ہے۔ وہ نہیں اُترے اسلئے آپ کا دعویٰ مسیحیت صحیح نہیں ہے۔ تو آپ نے جواباً فرمایا:۔

"سب نبیوں اور توریت نے یوحنا تک نبوّت کی چاہو تو مانو ایلیاء جو آنیوالا تھا یہی ہے" (متی باب۱۱ آیت)

یعنی حضرت ایلیاءؑ کے آنے سے مراد انکے مثیل کا آنا ہے۔ جو حضرت یحییٰؑ ہیں۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ابطال دعویٰ کے لئے جب علماء نے اپنا پُرانا عقیدہ پیش کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ ابن مریم کی آمد سے مراد ان کے مثیل کا آنا ہے۔

Digitized by Khilafat Library

پھر ائمہ کا عقیدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے متعلق صراحۃً ثابت نہیں ہوتا ہاں حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول مجمع البحار میں یوں آیا ہے:۔

"والاکثر ان عیسیٰ لم یمت وقال مالک مات" (مجمع البحار جلد ۱ صفحہ ۲۸۶ مطبوعہ نولکشور)

اکثر کا مذہب تو یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نہیں مرے اور امام مالک نے کہا ہے کہ وہ مر گئے ہیں۔

جاننا چاہیئے۔ کہ ائمہ اربعہ سے آپ پہلے امام ہیں۔ اور اسی طرح صحیح مسلم کی شرح اکمال اکمال المعلم جلد ۱ صفحہ ۲۶۵ میں لکھا ہے:۔ "وفی العتبیۃ قال مالک مات عیسیٰ ابن مریم" یعنی عتبیہ میں لکھا ہے کہ امام مالکؒ نے فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ مر گئے ہیں۔ باقی تینوں امام اس مسئلہ کے متعلق ساکت ہیں۔ اور ان سے اس مسئلہ کے متعلق کوئی نص موجود نہیں ہے۔

قولہ - ایسا ہی تمام محدثین نے لکھا ہے۔ چنانچہ امام بخاری و مسلم و طبرانی وغیرہ نے ایسا ہی لکھا ہے

اقول - امام بخاری جو رئیس المحدثین ہیں۔ انہوں نے کتاب بدء الخلق باب "واذکر فی الکتاب مریم اذ انتبذت الآیہ" کے ماتحت احادیث لاکر وفات مسیح پر استدلال کیا ہے۔ پہلے تو آپ دو حدیثیں ایسی لائے ہیں جنمیں ذکر ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے ابن مریمؑ کو ایک دفعہ معراج کی رات ایسی حالت میں دیکھا ہے۔ کہ ان کا رنگ سُرخ ہے اور بال گھنگریالے ہیں۔ اور دوسری دفعہ ابن مریم کو دجال کے پیچھے خانہ کعبہ کا طواف کرتے دیکھا۔ اور اس کا حلیہ آپ نے گندمی رنگ اور سیدھے بال بیان فرمایا ہے۔ ان دونو حدیثوں کو بیان کرکے امام بخاری نے یہ بتایا ہے۔ کہ ابن مریم دو ہیں ایک نہیں ایک تو اسلئے کہ ایک شخص کے دو حلیے نہیں ہو سکتے۔ دوسرے زندہ مُردوں میں نہیں جا سکتا۔

کیونکہ معراج کی رات میں تو ابن مریم کو مُردوں کے ساتھ دیکھا ہے اور دوسرے ابن مریم کو دجال کے ساتھ جو آیندہ آنیوالی قوم ہے۔ چونکہ زندہ مُردوں میں نہیں زندگی بسر کر سکتا اور نہ ہی مُردہ زندوں میں۔ اسلئے ماننا پڑتا ہے آنیوالا ابن مریم اور ہے۔ اور گذشتہ ابن مریم اور۔ اور اس کے بعد ایک اور حدیث لائے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ حشر کے دن میرے صحابہ میں سے چند آدمی پکڑ کر فرشتے لیجائینگے تو میں کہوں گا کہ یہ تو میرے پیارے صحابہ ہیں۔ انکو کیوں لئے جاتے ہو تو جواباً کہا جائیگا۔ کہ تو نہیں جانتا کہ تیرے بعد انہوں نے کیا کیا۔ یہ تو ہمیشہ مرتد رہے۔ فاقول کما قال العبد الصالح وکنت علیھم شھیدا مادمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم للآیہ۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ میں اسوقت وہی قول کہونگا۔ جو حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت منقول ہے۔ کہ وہ کہینگے۔ کہ میں اپنی قوم کا محافظ اور نگران تھا۔ مگر جب تو نے مجھے وفات دیدی تو تو ہی ان پر نگہبان تھا اس آیت سے چونکہ وفات مسیحؑ ثابت ہوتی تھی اسلئے اس حدیث کو بعد میں بیان کیا۔ اور صرف آیت کو بطور دلیل کے اسلئے پیش نہ کیا۔ کہ اسمیں مزید فائدہ تھا۔ ایک تو اسلئے کہ الکنایۃ ابلغ من التصریح کہ کنایہ تصریح سے ابلغ ہوتا ہے دوسرے تا توفّی کے معنی بھی حل ہو جائیں کہ توفّی سے مراد قبض روح اور موت ہی کچھ اور نہیں ہے۔

Digitized by Khilafat Library

قولہ ۔ محی الدین ابن عربی نے فتوحات مکیہ جلد ۲ باب ۷۳ صفحہ ۳ میں بایں طور لکھا ہے:۔

ان عیسیٰ ابن مریم نبی ورسول انه لاخلاف انه ینزل فی آخر الزمان حکما مقسطا عدلا۔

اقول ۔ ابن عربی نے ابن مریم کے نزول کو مانا ہے اور ہم بھی ابن مریم کے نزول کو مانتے ہیں۔ جھگڑا تو اس بات میں ہے۔ کہ آیا وہ بروزی رنگ میں آئینگے۔ یا وہی خود تشریف لائینگے۔ محی الدین ابن عربی اسکے متعلق تفسیر محی الدین المعروف بابن العربی برحاشیہ عرائس البیان صفحہ ۲۶۲ مطبوعہ نولکشور میں بل رفعه الله الیه کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"وجب نزوله فی آخر الزمان بتعلقه ببدن آخر"

کہ مسیح ناصری کا نزول آخری زمانہ میں کسی دوسرے وجود کے تعلق سے ہوگا یعنی ان کا آنا بروزی رنگ میں ہوگا۔

پھر امام ابن حزم کے متعلق صحیح مسلم کی شرح اکمال اکمال المعلم جلد اول صفحہ ۲۶۵ میں لکھا ہے:۔

"ذکر ابن حزم من الخلاف فی نزوله" یعنی ابن حزم مسیح کے نزول کے متعلق دوسروں سے

اختلاف کیا ہے۔ ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ ابن مریم کے آنے سے مراد اس کا مثیل اور بروز ہے نہ کہ بنفسہٖ اسی نے آنا ہے۔ پھر اسی طرح کتاب غایۃ المقصود میں لکھا ہے۔ "کہ میبذی در شرح دیوان آوردہ کہ روح عیسیٰؑ در مہدیؑ بروز کند و نزول عیسیٰؑ ازیں بروز است" میبذی شرح دیوان میں فرماتے ہیں کہ عیسیٰؑ کی روح مہدیؑ میں بروز کریگی۔ اور نزول عیسیٰؑ سے مراد بروزی طور پر تشریف لانا ہے۔

قولہ - مرزا صاحب نے براہین احمدیہ میں خود حضرت مسیحؑ کا دوبارہ آنا مانا ہے۔

اقول - براہین احمدیہ میں حضرت مسیح موعودؑ نے اس مشہور عقیدہ کی بنا پر جو عام مسلمانوں کا تھا۔ حضرت مسیح ناصریؑ کے آسمان پر زندہ ہونے کو بیان کیا ہے۔ کسی الہام کی بنا پر نہیں لکھا تھا۔ اور ایسے عقیدہ کا نام اصول فقہ حنفیہ والوں نے استصحاب رکھا ہے۔ اور استصحاب کہتے ہیں "الابقاء ما کان علیہ" کسی چیز کو اسکی گذشتہ حالت پر چھوڑ دینا اور استصحاب ان کے نزدیک حجت نہیں ہے۔ (نور الانوار فی شرح المنار صـ ۱۹۸)

پھر اسکی تردید حضرت مسیح موعود نے اپنی کتابوں میں بارہا کر دی ہے۔ جیسے کہ آپ ایام الصلح صـ ۱۴۱ میں فرماتے ہیں :-

Digitized by Khilafat Library

"اس جگہ یاد رہے۔ کہ مَیں نے براہین احمدیہ میں غلطی سے "توفی" کے معنی ایک جگہ پورا دینے کے کئے ہیں۔ جسکو بعض مولوی صاحبان بطور اعتراض پیش کیا کرتے ہیں۔ مگر یہ امر جائے اعتراض نہیں ہے۔ مَیں مانتا ہوں۔ کہ وہ میری غلطی ہے۔ الہامی غلطی نہیں۔ مَیں بشر ہوں اور بشریت کے عوارض مثلاً سہو و نسیان اور غلطی یہ تمام انسانوں کی طرح مجھ میں ہیں گو مَیں جانتا ہوں کہ کسی غلطی پر مجھے خدا تعالیٰ قائم نہیں رکھتا۔ مگر دعویٰ نہیں کرتا کہ مَیں اپنے اجتہاد میں غلطی نہیں کر سکتا۔ خدا تعالیٰ کا الہام غلطی سے پاک ہوتا ہے۔ مگر انسان کا کلام غلطی کا احتمال رکھتا ہے۔ کیونکہ سہو و نسیان لازمہ بشریت ہے۔ مَیں نے براہین احمدیہ میں بھی اعتقاد ظاہر کیا تھا۔ کہ حضرت عیسیٰؑ پھر واپس آئینگے۔ مگر یہ بھی میری غلطی تھی"

پس اسی طرح آپ نے حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۹ میں لکھا ہے۔

اور آپکا مسیح ناصری کو پہلے آسمان پر زندہ لکھنا اور بعد میں لکھنا کہ وہ وفات پا گئے ہیں بیان تبدیل کا حکم رکھتی ہے۔ اور یہ ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ شراب اوائل اسلام میں جائز تھی۔ مگر بعد میں قرآن مجید کے نازل ہونے پر حرام ہو گئی۔

اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کشتی نوح صفحہ ۴۷ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"اسی واسطے میں نے مسلمانوں کا رسمی عقیدہ براہین احمدیہ میں لکھدیا تا میری سادگی اور عدم بناوٹ پر وہ گواہ رہے۔ وہ میرا لکھنا جو الہامی نہ تھا محض رسمی تھا۔ مخالفوں کے لئے قابل استناد نہیں۔ کیونکہ مجھے خود بخود غیب کا دعویٰ نہیں جبتک کہ خود خدا تعالےٰ نہ سمجھاوے"

Digitized by Khilafat Library

جب خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اُسے قابل استناد نہیں مانا۔ تو پھر کسی کا کیا حق ہے کہ وہ آنحضرت صلعم کے سامنے ۔ فول وجھك شطر المسجد الحرام کے بعد پھر بیت المقدس کی طرف مُنہ کرنے کو بطور سند کے پیش کرے اور کہے کہ آپ اسلئے رسول آخر الزمان نہیں ہیں۔ کہ اس کا قبلہ مکّہ ہونا تھا۔ اور آپ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے رہے ہیں۔

اسی طرح امام ربانی مجدد الف ثانی کے متعلق روضۃ القیومیہ صفحہ ۸۰ میں لکھا ہے:۔

"مکتوب ۲۰۶ جلد اول میں تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے جو معارف توحید وجودی وغیرہ کے بارے میں لکھے ہیں وہ محض عدم اطلاع سے لکھے گئے ہیں۔ جب مجھے کام کی اصل حقیقت معلوم ہوئی تو جو کچھ ابتدا اور وسط میں لکھا گیا۔ اسمیں شرمندہ اور مستغفر ہوا۔ استغفر اللہ واتوب الیہ من جمیع ما کرہ اللہ سبحانہ ایک اور مقام پر آنجناب رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں۔ کہ جو کلام مینے توحید وجودی کے بارے میں کیا ہے اور لوگوں میں مشہور ہو گیا ہے۔ اس سے توبہ کرتا ہوں۔ تاکہ یہ بھی لوگوں میں مشہور ہو جائے۔ کیونکہ مشہور شدہ گناہ کیلئے توبہ بھی مشہور شدہ چاہیئے" روضۃ القیومیہ صفحہ ۸۰

مسئلہ نزول اسکے بعد نزول کی احادیث لکھی ہیں، انکے متعلق جواباً واضح رہے۔ کہ نزول کی احادیث کے متعلق ہم التشریح الصحیح لحدیث نزول المسیح مندرجہ تشحیذ الاذہان اگست ۱۹۲۰ء میں مفصل بحث کر چکے ہیں۔ فلیرجع الیھا۔

مرہم عیسیٰ ڈبیہ کلاں ۶؍ سلاجیت خالص ۶؍ تولہ مباحثہ سرگودہ ۸؍ مباحثہ بمبئی ۱۲؍ مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی ۶؍ تشحیذ الاذہان کے گذشتہ ۸ سالہ فائل رنگین بیس ۲۰ روپے (عـ۲۰ـہ)

آریوں کے اعتراض کا جواب

سوال - قرآن شریف کی تعلیم ہے کہ خدا کُن کہنے سے سب کچھ عالم وجود میں لاسکتا ہے۔ کن فیکون ملاحظہ ہو تو کیا وہ خدا بوقت پیدائش عالم اپنی کُن کی طاقت کو بھول گیا تھا کہ خواہ مخواہ زمین و آسمان کے بنانے میں چھ۶ دن لگا دیئے۔ کیوں نہ کُن ہی کہدیا۔ یا کیوں نہ ایک یا دو۲ دن میں ہی سب کچھ ہی بنا دیا؟

جواب۔ جو اعتراض مسلمان پر کیا گیا یہ تو آریہ پر ہو سکتا ہے۔ جبکہ ہر ایک برا مار اتری کے نئے کلپ میں آریوں کا ایشور آناً فاناً زمین و آسمان پیدا کر سکتا ہے اور فی الفور انسان کو بلا مواصلت پیدا کر دیتا ہے یا اس کیلئے غلّہ ساگ پات درخت حیوانات وغیرہ بھی آناً فاناً بنا دیئے تھے تو آریہ بتائیں کہ ایشور اب ہر ایک کام کیوں بتدریج کرتا ہے سبزی اور نباتات غلّہ اور اناج کیوں خاص اوقات کے بعد تکمیل کو پہنچاتا ہے۔ انسان کو کیوں نو۹ ماہ تک ماں کے پیٹ میں محبوس رکھتا ہے۔ اور اسکے بعد بول و براز میں دو۲ سال تک آلودہ رکھتا ہے۔ پھر پندرہ بیس سال کے بعد اسے پختہ انسان بناتا ہے تو کیا اب وہ ایشور اپنی فوری طاقت کو بھول گیا کہ خواہ مخواہ انسان کے بنانے میں کئی مہینے لگا دیتا ہے غلہ کے پکانے اور نباتات کے اگانے میں بہت سی مدت گذارتا ہے کیوں نہیں وہ اپنی فوری طاقت سے سب کچھ کر دیتا۔ یا کیوں نہیں ایک آدھ دن میں ہی سب کچھ بنا لیا کرتا۔

بات یہ ہے کہ لفظ کن سے جس پر آریہ کا اعتراض ہے انسان کو سمجھایا گیا ہے کہ خدا کے کام اسقدر جلدی وقوع پذیر ہو سکتے ہیں کہ گویا خیال میں لاتے یا اشارہ کرتے ہی وہ کام تکمیل پذیر ہو سکتے ہیں۔ اس سے یہ مطلب نہیں کہ ضرور کن ہی کہا جاتا ہے۔ کن کے لفظ میں تو ابھی دو۲ حرف بولنے کی دیر لگتی ہے وہاں اسقدر دیر بھی نہیں۔ ہاں انسان زیادہ سے زیادہ کسی کام کے وقوع میں جلدی کا اسقدر خیال کر سکتا ہے کہ ادھر اُس امر کا تصوّر ذہن میں لاکر اسکو ہونیکا حکم دے۔ ادھر وہ ہو گیا۔ مثلاً کسی مکان کا نقشہ ذہن میں سمایا اور اسے کہا کہ تیار ہو وہ تیار ہو گیا اس میں احتیاج ہے مگر اللہ تعالیٰ کے کام میں احتیاج نہیں۔ ان میں کسی چیز کی روک ٹوک نہیں۔ اور نہ کوئی انہیں مانع آسکتا ہے جس کام کو جتنے وقت میں کرنا چاہے اتنے ہی وقت میں ہو جاتا ہے مجال نہیں کہ تخفیف ہو جائے۔ کُن کے لفظ کو زمین و آسمان کے چھ۶ دن میں پیدا کرنیوالے مقام سے کسی قسم کا تعارض نہیں ہے۔ دنیا کی مختلف کیفیتیں خدا نے پیدا کی ہیں جب کسی کیفیت کو حسب اقتضاء حکمت پیدا کرنا

چاہا۔ ہوجا کہا۔ وہ کیفیت، پیدا ہو گئی ذرا بچہ کی پرورش پر غور کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ بظاہر تو بچہ کی پیدائش میں تو ۹ ماہ لگ جاتے ہیں مگر حقیقت میں اسکی بیشمار کیفیات ہوتی ہیں وہ ہر آن بدلتی ہیں اور ہر آن خدا ان کو اپنی قدرت سے ہوجا کہتا ہے اور ہوتی جاتی ہیں۔ ہر دو جا کسی قسم کا تعارض نہیں ہے لیکن فرق صرف سمجھ کا ہے۔

Digitized by Khilafat Library

پس واضح ہو کہ یہ چھ دن کا ذکر در حقیقت مراتب تکوینی کی طرف اشارہ ہے یعنی ہر ایک چیز جو بطور خلق صادر ہوئی ہے وہ جسم اور جسمانی ہے خواہ وہ مجموعہ عالم ہے یا خواہ ایک فرد از افراد عالم اور خواہ وہ عالم کبیر ہے جو زمین و آسمان و مافیہ سے مراد ہے یا خواہ وہ عالم صغیر جو انسان سے مراد ہے وہ بحکمت وقدرت باری تعالیٰ پیدائش کے چھ مرتبے طے کر کے اپنے کمال خلقت کو پہنچتی ہے اور یہ عام قانون قدرت ہے کچھ ابتداء زمانہ سے خاص نہیں۔ چنانچہ اللہ جل شانہٗ ہر ایک انسان کے پیدائش کی نسبت بھی انہیں مراتب ستہ کا ذکر فرماتا ہے سورۃ المؤمنون ملاحظہ فرمائیں۔ ولقد خلقنا الانسان من سلالة من طین ثم جعلناه نطفة فی قرار مکین ثم خلقنا النطفة علقة فخلقنا العلقة مضغة فخلقنا المضغة عظاما فکسونا العظام لحماً ثم انشأناه خلقاً آخر فتبارک اللہ احسن الخالقین ۔ یعنی پہلے تو ہم نے انسان کو اس مٹی سے پیدا کیا جو زمین کے تمام انواع اور اقسام کا لب لباب تھا اور اس کی تمام قوتیں اپنے اندر رکھتا تھا تا وہ باعتبار جسم بھی عالم صغیر ٹھیرے اور زمین کی تمام چیزوں کی اس میں قوت اور خاصیت ہو۔ جیسا کہ بطبق آیت واذا سویتہ و نفخت فیہ من روحی۔ باعتبار روح عالم ہے اور بلحاظ شیون وصفات کاملہ وظلیت تام روح الٰہی کا مظہر تام ہے پھر بعد اسکے انسان کو ہم نے دوسرے طور پر پیدا کرنیکے لئے یہ طریق جاری کیا۔ انسان کے اندر نطفہ پیدا کیا اور اس نطفہ کو ہم نے ایک مضبوط تھیلی میں جو ساتھ ہی رحم میں بنتی جاتی ہے جگہ دی (قرار مکین۔ کا لفظ اس لئے اختیار کیا گیا کہ تا رحم اور تھیلی دونو پر اطلاق ہو) اور پھر ہم نے نطفہ سے علقہ بنایا اور علقہ سے مضغہ اور مضغہ کے بعض حصوں میں ہم نے ہڈیاں اور ہڈیوں پر پوست پیدا کیا۔ پھر اسکو ایک اور پیدائش دی یعنی روح اس میں ڈالدی۔ پس کیا ہی مبارک ہے وہ خدا جو اپنی صنعت کاری میں تمام صناعوں میں بلحاظ حسن صنعت وکمال عجائبات خلقت بڑھا ہوا ہے۔

سو ملاحظہ ہو کہ رب العالمین نے اس جگہ بھی اپنا قانون قدرت یہی بیان فرمایا کہ انسان چھ طور کی خلقت کے مدارج طے کر کے اپنے کمال انسانیت کو پہنچتا ہے اور یہ تو ظاہر ہے کہ عالم صغیر اور عالم

کبیر میں بہت ہی تشابہ ہے اور قرآن مجید سے انسان کا عالم صغیر ہونا ثابت ہے۔ انا خلقنا الانسان فی احسن تقویم اسی کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ ہم صریح اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ یہ عالم صغیر جو انسان کے اسم سے موسوم ہے اپنی پیدائش میں چھ۶ طریق رکھتا ہے اور کچھ شک نہیں کہ یہ عالم عالم کبیر کے کوائف مخفیہ کی شناخت کے لئے ایک آئینہ کا حکم رکھتا ہے پس جبکہ انسانی پیدائش کے مرتبے ثابت ہوئے تو قطعی طور پر یہ حکم دے سکتے ہیں کہ عالم کبیر کے بھی مراتب تکوین چھ۶ ہی ہیں۔ چنانچہ سدیدی میں اسکے متعلق ایک مبسوط بحث لکھی ہے۔

ناظرین چونکہ عالم صغیر میں انسان ہے اور قدرت اللہ سے یہ ہی ثابت ہے کہ اسکے وجود کی تکمیل چھ۶ مرتبوں کے طے کرنے کے بعد ہوتی ہے تو اسی قانون قدرت کی رہبری سے ہمیں معقولی طور پر راہ ملتی ہے کہ دنیا کی ابتدا میں جو اللہ جل شانہٗ نے عالم کبیر کو پیدا کیا تو اسکی طرز پیدائش میں بھی یہی مراتب ستہ ہونگے اور ہر ایک مرتبہ کو تفریق اور تقسیم کی غرض سے ایک دن یا ایک وقت سے مخصوص کیا ہوگا۔ جیسا کہ انسان کی پیدائش کے مراتب ستہ چھ۶ وقتوں سے خاص ہیں اور دنیا کی تمام قوموں کا سات دنوں پر اتفاق ہونا اور ایک دن تعطیل کا نکالکر چھ۶ دنوں کو کاموں کے لئے خاص کرنا اسی بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ چھ۶ دن اُن چھ دنوں کی یادگار چلے آتے ہیں کہ جنمیں زمین و آسمان اور جو کچھ اُن میں ہے بنایا گیا تھا۔ اور اگر کوئی اب بھی تسلیم نہ کرے اور اپنی ہٹ دھرمی سے باز نہ آئے تو میں کہتا ہوں کہ میں نے تو عالم کبیر کے لئے عالم صغیر کی پیدائش کے مراتب ستہ کا ثبوت دیدیا اور جو کام کرنے کے دن بالاتفاق ہر ایک قوم میں مسلّم ہیں انکا چھ۶ ہونا بھی ظاہر کر دیا اور یہ بھی مختصراً ثابت کر دیا کہ اللہ تعالیٰ کے تمام پیدائشی کام اس دنیا میں تدریجی ہیں اب اگر کسی منکر کے نزدیک یہ دلیل کافی نہیں تو اسپر واجب ہوگا کہ وہ بھی تو اپنے اس دعویٰ پر کوئی دلیل پیش کرے کہ خدا نے یہ عالم جسمانی صرف ایک دم میں پیدا کر دیا تھا تدریجی طور پر پیدا نہیں کیا تھا۔

یہ ہر ایک شخص جانتا ہے کہ وہی خدا اب بھی ہے جو پہلے تھا اور وہی خالقیت کا سلسلہ اب بھی جاری ہے جو پہلے جاری تھا اور یہ صاف بدیہی طور پر نظر آرہا ہے کہ خدا ہر ایک مخلوق کو تدریجی طور پر اپنے کمال وجود تک پہنچاتا ہے یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ پہلے وہ قوی تھا جلد کام کر لیتا تھا اب ضعیف ہے دیر سے کرتا ہے بلکہ یہی کہینگے کہ اس خالق کون و مکان کا قانون قدرت ہی ابتدا سے یہی ہے کہ وہ اشیاء موجودات کو بتدریج پیدا کرتا ہے پس دانشمند موجودہ چیزوں سے

کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نجات دلوا سکتے ہیں؟

الجواب۔ حضرت محمد رسول یقیناً نجات دلوائینگے۔ بلکہ بروز قیامت تمام انبیاء جلال الٰہی دیکھ کر نفسی نفسی کہ کر اُمتوں سے علیحدہ ہو جائینگے۔ صرف حضرت محمد رسول اللہ صلعم سات روز سجدہ میں پڑ کر شفاعت کرینگے۔ حکم ہوگا۔ یا محمد ارفع راسك و اشفع تشفع ولسوف یعطیك ربك فترضیٰ۔ اے محمد اپنا سر سجدہ سے اُٹھا۔ اور سفارش کر قبول ہوگی۔ اور خداوند تعالیٰ اسقدر تجھے دیگا۔ کہ تو راضی ہو جائیگا۔ حدیث میں ہے۔ واللہ ما ارضی لو کان واحد من امتی فی النار۔ یعنی خدا کی قسم میں راضی نہ ہونگا جبتک ایک آدمی بھی میری اُمت سے دوزخ میں ہوگا۔

یہ آیت قرآن مجید کی جو اوپر مذکور ہوئی ہے۔ اصل اصول شفاعت کا ہے۔ ولسوف یعطیك ربك فترضیٰ۔ یعنی بروز قیامت جلال الٰہی سے ایک نبی عذر کریگا۔ اور شفاعت کا دم نہ مار سکیگا۔ حتیٰ کہ حضرت مسیح علیہ السلام بھی نفسی نفسی پکارینگے۔ سوال یہ ہوگا۔ واذ قال اللہ یٰعیسیٰ بن مریم ءانت قلت للناس اتخذونی وامی الٰھین من دون اللہ ط قال سبحٰنك ما یکون لی ان اقول ما لیس لی بحق ط ان کنت قلتہ فقد علمتہ تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسك انك انت علام الغیوب۔ ما قلت لھم الا ما امرتنی به ان اعبدوا اللہ ربی وربکم وکنت علیھم شھیداً ما دمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم وانت علیٰ کل شیءٍ شھید۔ سورۃ المائدہ ع ۱۶۔ یعنی حضرت عیسیٰ ؑ سے پوچھا جائیگا۔ کیا تو نے اپنی اُمت سے کہا تھا۔ کہ مجھے اور میری ماں کو سوائے خداوند کے معبود بناؤ۔ تو وہ عرض کرینگے۔ کہ ہرگز نہیں میرا یہ کہنے کا حق نہ تھا۔ اگر میں نے یہ کہا ہو تو آپ علام الغیوب ہیں سب کچھ جانتے ہیں۔ مینے وہی کہا جو جناب نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے۔ اور میں اُن کے حال کا نگران تھا۔ جبتک اُن میں رہا۔ جب تُو نے مجھے وفات دیدی۔ تو پھر تُو ہی اُنکے حال کا نگران تھا۔ اور تو ہر شے کا شاہد حال ہے۔

Digitized by Khilafat Library

الغرض حضرت محمد رسول اللہ صلعم بروز قیامت نجات دلوائینگے اُس طریق سے جو تمام انبیاء ؑ کے صحیفوں میں مذکور ہے۔ یعنی ان لوگوں کو جو مجاہدہ و تقویٰ سے پاس ہو چکے ہیں۔ کامیابی کے مرتبہ تک پُہنچا ئینگے۔ جیسا کہ ایک طالب علم امتحان پاس کرکے سفارش سے علیٰ مراتب ملازمت پر ترقی کرتا ہے یا جیسے ایک سپاہی قواعد جنگ سے پاس ہو کر اعلیٰ مدارج پر چڑھ سکتا ہے۔

ایسا ہی جو لوگ عقائد صحیحہ اور اعمال حسنہ سے ایمان ایقان اور تزکیہ نفس دنیا میں بخوبی کر چکے

ہیں۔ اُن کو مدارج عالیہ پر چڑھائینگے۔ اور سفارش کر کے مراتب دلوائینگے۔

نہ اس طور سے کہ اندھا دُھند تمام جہان کے گناہ ایک عاجز انسان کے سر پر رکھ کر باقی تمام مجرموں کو رہائی دینگے۔ (نعوذ باللہ) اس قسم کی نجات کا کوئی دانشمند قائل نہیں ہوسکتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ام لم ینبأ بما فی صحف موسیٰ و ابراھیم الذی وفّیٰ الا تزر وازرۃ وزر اخریٰ (سورۃ نجم ع۲) ترجمہ۔ کیا موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں میں (جو تمام انبیاء گذشتہ کی جامع کتاب ہے) نہیں پڑھا۔ کہ ایک آدمی دوسرے کا گناہ نہیں اُٹھائیگا۔ بلکہ ہر ایک انسان کو اپنی کوشش کا ثمرہ ملیگا۔

Digitized by Khilafat Library

الغرض نجات کا مدار خدا کے فضل اور ایمان۔ اور اعمال صالحہ تینوں امروں پر ہے۔ نجات تو فضل سے ہے۔ لیکن فضل کا جاذب ایمان ہے۔ جیسے ہم ایک مکان میں ہیں۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ روشنی آئے تو ضرور ہے۔ کہ روشندان رکھیں۔ روشنی فضل ہے۔ مگر فضل نہیں آتا جبتک فضل کا جاذب نہ ہو۔ پھر جیسا کسی کا ایمان ہوتا ہے۔ ویسے ہی اُسکے عمل ہوتے ہیں۔ پس نجات کے لئے ایمان فضل و عمل تینوں ضروری ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ افنجعل المسلمین کالمجرمین مالکم کیف تحکمون (سورۃ القلم ن ع۲) ترجمہ۔ کیا ہم فرمانبرداروں کو گنہگاروں کی مانند کرینگے۔ تمہیں کیا ہوگیا ہے۔ کیسا فیصلہ دیتے ہو۔

محمد رسول اللہ صلعم کس طریق سے نجات دلوائینگے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یا ایھا الذین اٰمنوا ھل ادلکم علیٰ تجارۃٍ تنجیکم من عذاب الیم۔ تؤمنون باللہ و رسولہ و تجاھدون فی سبیل اللہ باموالکم و انفسکم ذالکم خیر لکم ان کنتم تعلمون۔ یغفر لکم ذنوبکم و یدخلکم جنّٰتٍ تجری من تحتھا الانھار و مسٰکن طیبۃً فی جنّٰتِ عدن ذٰلک الفوز العظیم۔ و اخریٰ تحبّونھا نصرٌ من اللہ و فتحٌ قریبٌ و بشر المؤمنین (پ۲۸ سورۃ الصف ع۲) ترجمہ۔ اے رسول خدا یہ اعلان کرو کہ تم کو طریق نجات بتلایا جاتا ہے:۔ اللہ اور اسکے رسول کے سب گرویدہ ہو۔ یعنی اُن کی مرضی کے مطابق اعمال بجالاؤ۔ خاصکر خدا کے راستہ میں مالوں جانوں سے مجاہدہ کرو۔ اگر اس بات کی تہ تک پہنچو۔ تو جانو۔ کہ ہر طرح کی بہتری اور بھلائی اسمیں ہے۔ تمہارے گناہوں کی مغفرۃ ہوتی ہے۔ اور تم کو خدا کی بادشاہت میں داخل کریگا۔ اس سے بڑھکر کیا کامیابی چاہیئے۔ اس بہشتی زندگی کا نشان دنیا میں تم پر ظاہر کیا جائیگا۔ خدا کی نصرت اور فتوحات قریب تمہیں ملینگی۔ یہ قبولیت الٰہی کا نشان ہوگا۔ یا رسول اللہ بطور بشارت اس عظیم الشان امر کا

Digitized by Khilafat Library

اعلان کردو۔

(۲) پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ (۲) فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا لا تبدیل لخلق اللہ۔ ترجمہ۔ یعنی دین اسلام جو عین فطرۃ انسانی کے مطابق اللہ نے مقرر کیا ہے۔ اسکے سوا اور کچھ قبول نہیں کیا جائیگا۔ خداوندی تخلیق میں تغیر و تبدل نہیں۔

(۳) پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ تلک حدود اللہ ومن یطع اللہ ورسولہ یدخلہ جنٰت تجری من تحتہا الانہار خٰلدین فیہا وذٰلک الفوز العظیم۔ (پ۴ سورۃ النساء ع ۲)

ترجمہ۔ یعنی جو کوئی اللہ و رسولؐ کی اطاعت کریگا۔ وہ خدا کی بادشاہت میں داخل ہوگا۔ اور کامیابی کے اعلیٰ مراتب پر پہنچایا جائیگا۔

(۴) پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ومن یطع اللہ والرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین وحسن اولٰئک رفیقا۔ ذٰلک الفضل من اللہ وکفیٰ باللہ علیما۔ ترجمہ۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ سالکین راہ خدا کے چار گروہ ہیں۔ انبیاء۔ صدیق۔ شہداء۔ صالحین (نیکوکار) جب نیکی کرتے کرتے سالک کی قوت عملی نبی علیہ السلام کی قوت عملی سے مشابہ ہوتی ہے تو وہ شہید بنجاتا ہے۔ پھر اپنا جان و مال خدا کی راہ میں قربان کرتا ہے۔ اور جب اس سے بھی ترقی کرکے اس کی قوت علمی و عملی نبی سے مشابہ ہوجاتی ہے۔ تو وہ صدیق بن جاتا ہے۔ اور جب اس سے بھی ترقی کرے۔ تو نبی بن جاتا ہے۔

بالآخر جو شخص کامل اطاعت اللہ اور رسولؐ کی کریگا۔ وہ اُن بزرگوں کی رفاقت حسنہ میں حسب مراتب علمی و عملی مشرف کیا جائیگا۔ یہ خدا کا فضل ہے۔ جسکی بناء کامل علم الٰہی پر ہے۔

یہ طریق نجات شرائع انبیاءؑ کا ہے۔ مگر یہ انوکھا طریق جو مسیحی صاحبان پیش کرتے ہیں عقلی و نقلی دلائل سے غلط ہے

اگر طریق نجات کفارہ مسیحؑ پر تھا۔ تو کیوں ابتدائے عالم میں اسکی خبر نہ دی گئی۔ اور کیوں تمام انبیاء علیہ السلام اسکی تعلیم دیتے اور اس کا اعلان نہ کرتے آئے برخلاف اسکے تمام توحید الٰہی۔ اثبات نبوت۔ ایمان۔ اعمال صالحہ کی تعلیم دیتے آئے۔ خود بدولت حضرت مسیحؑ کی تعلیم بھی یہی ہے۔ پھر کیوں برخلاف ایک محقق اور متفق علیہ امر کے خلاف نقل و عقل عجیب غریب طریق نجات پیش کیا جاتا ہے۔

سنئے حضرت مسیح علیہ السلام کیا فرماتے ہیں دیکھو انجیل متی باب ۵ آیت ۱۷۔ یہ خیال مت کرو۔ کہ میں توریت یا نبیوں کی کتاب منسوخ کرنے کو آیا ہوں۔ منسوخ کرنے کو نہیں۔ بلکہ پوری کرنے کو آیا ہوں۔ کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں۔ کہ جب تک آسمان زمین ٹل نہ جائیں۔ ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت کا ہرگز نہ ٹلیگا۔ جب تک سب کچھ پورا نہ ہو۔ پس جو کوئی ان حکموں میں سے سب سے چھوٹے کو ٹال دیوے۔ اور ویسا ہی آدمیوں کو سکھاوے۔ آسمان کی بادشاہت میں سب سے چھوٹا کہلائیگا۔ پھر جو کہ عمل کرے۔ اور سکھلاوے۔ وہی آسمان کی بادشاہت میں بڑا کہلائیگا۔ کیونکہ میں تمہیں کہتا ہوں۔ کہ اگر تمہاری راستبازی فقیہوں اور فریسیوں سے زیادہ نہ ہو۔ تم آسمان کی بادشاہت میں کسی طرح داخل نہ ہو گے۔

یوروپین علماء کی شہادت نبی کریمؐ کے بارے میں۔

لائف آف محمدؐ کے صفحہ ۱۹۴ پر ہے۔ کہ اُن کے اوائل زمانے سے وسط حیات تک کے حالات سے تو ہمیں نہیں معلوم ہوتا۔ تا کہ اُن کے ایسے ناراست اور عجیب افترا سے جس کا انپر الزام لگایا گیا ہے۔ کس مقصد کا حاصل کرنا مراد ہے۔ کیا حصول مال مقصود تھا۔ خدیجہ کے ازدواج سے تو فی الحال وہ صاحب ثروت ہو چکے تھے۔ اور اپنی وحی کے ادعائی اظہار سے تو سالہا سال پیشتر اُنہوں نے صاف کہدیا تھا کہ مجھے اپنے سرمائے کے اضافے کی خواہش نہیں۔ تو کیا حصول جاہ مراد تھی۔ حالانکہ وہ پہلے اپنے وطن میں عقل اور امانت میں رفیع المرتبہ اور قریش کے عالی شان قبیلے اور اُسکے معزز و ممتاز شعبے میں سے تھے۔ تو کیا حصول منصب مطلب تھا؟ مگر کئی پشتوں سے تو تولیت کعبہ اور امارت حرم خاص اُنہی کے قبیلے میں تھی۔ اور اُن کی اپنی وقعت اور حالات سے اور بھی عالی مرتبہ ہونے کا یقین تھا۔ لیکن جس دین میں اُنہوں نے نشو و نما کی تھی۔ اُسی کے استیصال کرنے میں اُنہوں نے اُن سب منافع کی بیخ کنی کر دی۔ حالانکہ اُسی مذہب پر تو اُنکے قبیلے کی جاہ و عزت کا دارومدار تھا۔ جو بیخ کنی کرنے سے جاتا رہا۔ کہ اُنکے اقربا کی عداوت اور اہل شہر کی غیظ و غضب اور تمام اہل ممالک عابدین کعبہ کی دشمنی و عناد پیدا ہو گیا۔ اُن کی خدمات نبوت میں کوئی شئے ایسی روشن اور صریح نہ تھی۔ جو اُن کے ان مصائب کی اجر جزیل ہوتی۔ اور جسکے طمع کے دھوکے میں پڑتے۔ بلکہ برخلاف اُسکے ابتداء اشتباہ و اختفا میں ہوئی۔ برسوں تک اُس میں کوئی معتدبہ کامیابی نہ ہوئی۔ جیسے انہوں نے اپنی تعلیمات کا اظہار اور وحیوں کو آشکار کیا۔ ویسے ہی اور اسیقدر لوگوں نے اُن سے ہنسی اور ٹھٹھا اور بُرا کہنا شروع کیا۔ اور آخر کو بُری بُری طرح سے اذیتیں دیں۔ جس سے اُن کی اور اُن کے رفقا کی ریاستیں برباد ہو گئیں۔ اور

چند اُن کے اقرباء اور اصحاب غیر ملک میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے۔ اور انہیں خود بھی اپنے شہر میں پوشیدہ رہنا پڑا۔ اور بالآخر گھر ڈھونڈنے کے لئے ہجرت کرنی پڑی۔ پس کس غرض سے وہ برسوں تک اُسی تزویر کی صورت میں اصرار کرتے جس سے اس طرح سے اُنکی سب دنیوی دولتیں اُن کی زندگی کے ایسے وقت میں کہ اُن کو پھر مجدداً حاصل کرنے کا بھی زمانہ نہیں رہا تھا۔ خاک میں مل جائیں۔ انتہیٰ کلامہ۔

راڈویل:۔ دیباچہ ترجمہ قرآن شریف کے صفحہ ۲۳ مطبوعہ ۱۸۶۱ء میں لکھتے ہیں۔ بلکہ دلیلوں سے ثابت ہے۔ کہ محمدؐ کے سب کام اس نیک نیتی کی تحریک سے ہوتے تھے۔ کہ اپنے ملک کے لوگوں کو جہالت اور ذلت کی بُت پرستی سے چھڑادیں۔ اور یہ کہ نہایت مرتبے کی خواہش اُنکی یہ تھی۔ کہ سب سے بڑے امر حق یعنی توحید الٰہی کا جو اُن کی روح پر بدرجہ غائیت مستولی ہو رہی تھی۔ اشتہار کریں۔

ڈاکٹر اے اسپرنگر۔ اپنی کتب سیرت محمدی کے صفحہ ۸۹ میں لکھتے ہیں۔ محمدؐ تیز فہم اور نہائیت مرتبے کا عالی نظر تھا۔ صائب رائے اور عالی مذاق۔ گو وہ شاعر کے نام ناپسند کرتے تھے۔ مگر بہت کرکے تو شاعر تھے۔ اور قرآن کی عبارت باہم متشابہ اور مضامین عالی اُسکے عمدہ فضائل ہیں۔ اُنکے خیال میں ہمیشہ خدا کا شعور رہتا تھا۔ اُن کو نکلتے ہوئے آفتاب برستے ہوئے پانی اور اُگتی ہوئی روئیدگی میں خدا ہی کا جلوہ قدرت نظر آتا تھا۔ اور بجلی کی کڑک آواز آب اور پرندوں کے نغموں میں حمد الٰہی کے آثار دکھائی دیتے تھے۔

Digitized by Khilafat Library

گاڈفری ہنگس۔ آپالوجی مطبوعہ ۱۸۳۹ء میں لکھتا ہے۔ محمدؐ کے رویے جانچنے میں تم کہتے ہو۔ آپ شریر اور مکّار تھے۔ ہم کہتے ہیں۔ آپ زمانہ کے سقراط تھے۔ جب ہم آپکو بُرائیوں سے متصف سُنتے ہیں۔ تو آپکے رویے کی طرف نظر کرتے ہیں۔ جو فریقین کے قول سے ابتدائے عمر اور ایّام شباب میں رہا ہے۔ ہم پوچھتے ہیں۔ اس عجیب رویے سے آپنے کیا مقصد سونچا۔ اس کا جواب یہ دیتے ہیں۔ کہ آپکا مقصد دو حظ نفسانی تھے۔ (اول) عورتوں سے عشرت کرنا۔ (دوم) بلند حوصلگی۔ جس سے یہ غرض ہے۔ کہ ایک شہر کے تاجر بن کر اپنے آپکو بادشاہ دنیا بنادیں۔ اُسکی طیاری کیلئے آپنے چودہ برس خلق سے کنارہ کیا۔ اور اپنا رویہ بے عیب رکھا۔ اب ہم دریافت کرتے ہیں۔ کہ دنیا کی تاریخ میں کوئی بات اُسکے مثل اور بھی پائی جاتی ہے۔ اگر عورتوں سے عشرت مقصود تھی۔ تو یہ عجیب و غریب معاملہ ہے۔ کہ آپنے پچیس ۲۵ برس کی عمر میں جو وقت کہ خاص جوش جوانی کا خیال کیا جاتا ہے۔ خدیجہ ہی سے نکاح کیا۔ جو آپسے پندرہ ۱۵ برس بڑی تھی۔ اور گو بموجب قواعد اپنے ملک کے آپ بہت سے نکاح کرسکتے تھے۔ مگر آپ اس قاعدہ

سے متمتع نہ ہوئے۔ تاحین حیات اس بیوی کے اُس کے ساتھ ستائیس برس مع عیال کثیر کے نباہ کیا۔
اگر محمد کا مقصد صرف بلند حوصلگی ہی تھی۔ تو بذریعہ سازش کے کوشش کرکے اپنے آپکو محافظ کعبہ کیوں نہ کرلیا جس عہدے پر پہلے آپکے آبا و اجداد مامور تھے۔ اور جس کے نام پر عہدہ ہوتا تھا۔ وہ کل ریاست بلکہ واقع میں تمام عرب کے اندر اوّل درجہ کا رئیس گنا جاتا تھا۔ اگر صرف بلند حوصلگی مقصود تھی۔ تو یہ امر کہ اپنے آپکو یہودیوں کا مسیح بیان کرتے۔ بہتر تھا بہ نسبت اُس طریق کے جو آپنے اختیار کیا۔
اسمیں شک نہیں۔ کہ اگر آپ اور آپکے جانشین اس رویے کو اختیار کرتے۔ اور بیت المقدس کو اپنا مسکن بناتے۔ تو کل کمبخت یہودی آپکے زمرے میں داخل ہوجاتے۔ اور عیسائیوں میں سے بھی کم سے کم اسقدر آملتے۔ جسقدر کہ دوسری صورت کے اختیار کرنے میں شامل ہوئے (دفع التلبیسات)

ویدوں سے تناسخ کا ثبوت

سناتن دھرم پرچارک امرتسر میں ثبوت تناسخ پر ایک مختصر سا مضمون شایع ہوا جس کے آخر میں ایڈیٹر صاحب خلاصتہً فرماتے ہیں کہ ”دنیا میں طرح طرح کے انسانوں کا طرح طرح کی حالتوں میں نظر آنا یہ صاف ثابت کررہا ہے کہ ہر ایک نے اپنے اپنے اعمال کے مطابق جسم اختیار کیا اور خوشی دُکھ محسوس کرتے ہوئے پھر کسی دوسرے جنم میں اسوقت تک رہینگے کہ جب تک مکمل علم ہو کر حیات ابدی نہ ہوجاوے“
ایڈیٹر صاحب فرماتے ہیں کہ اس دنیا میں جو اختلاف نظر آتا ہے وہ لوگوں کے پہلے اعمال کا نتیجہ ہے لیکن جب وید بھگوان کا مطالعہ کیا جائے تو وہ قائلین تناسخ کی اس روحانیت سے خالی دلیل کو پُرزور الفاظ میں رد کرتا ہے جو یہ ہے:۔
”اہم ایو سوئم اَدم ودامی جُشٹھم دیوانام اُت مانوشانام یم کامیے تم تم اُگرم کرنومی۔
تم برہمانم تم رشیم تم سُومیدھام“
میں (ایشور) خود ہی یہ کہتا ہوں جو دیوتاؤں اور انسانوں کا پیارا ہوں۔ جسکو چاہتا ہوں بڑا بناتا ہوں جسکو چاہتا ہوں برہما بناتا ہوں جسکے لئے چاہوں اُسے عقلمند بناتا ہوں۔
قائلین تناسخ کہتے ہیں امیر غریب یا بڑا چھوٹا بننا ہمارے پہلے جنم کے اعمال کا نتیجہ ہے مگر وید بھگوان کا ارشاد ہے کہ یہ اختلاف یعنی عقلمند بننا یا بڑا بننا خدا تعالیٰ کی مرضی و ارادہ کے ماتحت ہے۔
اب سناتن دھرم پرچارک بتلائے کہ اُس کا کہنا درست ہے یا وید کا؟ احمدی مہاجر

Digitized by Khilafat Library

اُمّتِ محمدیہ میں بعثتِ رسل

آیت یا بنی آدم اما یاتینکم رسل منکم یقصون علیکم آیاتی میں بڑی صراحت سے یہ بتایا گیا ہے کہ اُمّتِ محمدیہ میں رسولوں کی بعثت ضرور ہوگی۔ مگر مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے اپنی تفسیر کے صفحہ ۲۴۴ پر رقمطراز ہیں:۔

"بعض ختم نبوت کے منکر اس سے یہ نتیجہ نکالنا چاہتے ہیں کہ اسکے ماتحت آنحضرت صلعم کے بعد بھی رسول آتے رہنے چاہیئیں اس آیت سے رسولوں کے آنحضرت صلعم کے بعد آنیکا نتیجہ اوّل بہاء اللہ نے اور بعد میں ان کی نقل کرکے میاں محمود احمد قادیانی کے مریدوں نے نکالا ہے حالانکہ اس آیت کو نہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے خود اور نہ ان کی زندگی میں ان کے مریدوں نے کبھی پیش کیا ایک شرطیہ جملہ سے یہ نتیجہ نکالنا کمالِ نادانی ہے"

Digitized by Khilafat Library

اس عبارت میں کئی دعاوی ہیں کئی افتراء پردازیاں کئی غلطیاں ہیں۔ کئی مغالطے۔ میں صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اس آیت کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک ادنیٰ مرید نے حضورؑ کی زندگی میں پیش کیا اور ضرور پیش کیا۔ افسوس ہے کہ آپ حوالے دینے میں باوجود کئی بار انتباہ کے احتیاط سے کام نہیں لیتے۔ آپ اپنی بات کو نعوذ باللہ وحی الٰہی سمجھتے ہیں کہ بس لکھ دیا اور لوگوں نے مان لیا۔ خود اپنی نسبت تو خیر دوسروں کی نسبت بھی ایسی بات کہ دیتے ہیں جس کا آپ کو قطعی علم نہیں ہوتا۔ یہ طرز عمل نہایت قابل ملامت اور تقویٰ سے گرا ہوا ہے۔ کبھی لکھ دیا کہ جب آنحضرت صلعم شکم عفیفہ آمنہ میں تھے تو فرشتے نے کہا کہ اس کا نام احمد رکھیو یہ مسیح موعودؑ نے لکھا ہے جب پوچھا گیا کہاں تو خاموش۔ کبھی لکھ دیا کہ حضرت مرزا صاحبؑ فرماتے ہیں میں حنفی المذہب ہوں امام ابوحنیفہ کا مقلد اور پیرو۔ مگر حوالہ پوچھنے پر نہ بتا سکے۔ کبھی لکھدیا میاں محمود صاحب (خلیفۃ المسیح الثانی) نے ایک غیر احمدی عورت کا جنازہ پڑھا۔ جب ثبوت طلب ہوا۔ تو چُپ۔ اب لکھدیا کہ کسی مرید نے یہ آیت حضورؑ کی زندگی میں پیش نہیں کی۔ ملاحظہ ہو تشحیذ الاذہان جلد ۲ نمبر ۹ و ۱۰۔ اکتوبر ۱۹۰۷ء کو جو قادیان سے حضور علیہ السلام کی زندگی میں شائع ہوا اس میں پہلا مضمون ہے خاکسار محمد ظہور الدین اکمل کا اس میں ایک مخالف کا بعینہٖ وہی سوال ہے۔ جو آپ مولوی محمد علی صاحب کو پیدا ہوا ہے۔ جواب عرض کیا ہے۔ دعاء صراط الذین انعمت علیھم بھی جو نماز پنجگانہ میں پڑھی جاتی ہے بالکل ضائع

جائے۔ اور انہیں سے کوئی بھی منعم علیہم میں شامل نہ ہو جسکی نسبت ارشاد ہے اولٰئک الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین پس کیا ایک نبی بھی اس اُمت محمدیہ میں سے نہ ہونا چاہیئے دوسری طرف احادیث میں ہے لم یبق من النبوۃ الا المبشرات جس سے ظاہر ہے کہ شرع کی وحی تو ختم ہو چکی بوجہ عدم ضرورت مگر بشارت کی وحی کا سلسلہ تا روز حشر جاری رہے گا اسی لئے اُمت محمدیہ کو مخاطب کر کے فرمایا یا بنی آدم اما یاتینکم رسل منکم یعنی رسول تم میں آتے رہینگے۔

آیت خاتم النبیین کو پیش کرتے ہیں مگر نہیں سمجھتے کہ یہ لفظ خاتم بفتح تاء ہے جس کے معنی مُہر کے ہیں مطلب یہ ہے کہ اب آنیوالے نبی یعنی مشرف بہ مکالمہ مخاطبہ الٰہی آپ کی مُہر سے آئینگے اگر ختم معنی سمجھیں تو مطلب یہ کہ تمام کمالات نبوت آپ پر ختم ہیں یہ آپ کی انتہائی درجہ کی تعریف ہو سکتی ہے۔ آپ یہیں تو ہتک ہے کہ آپ ایسے آئے کہ آپکے بعد کوئی نہ ہوا نہ جسمانی بیٹا۔ نہ روحانی بیٹا۔ آپ نبی کریم صلعم کو معاذ اللہ ابتر بنانا چاہتے ہیں۔ اس کے بعد اور بھی ثبوت دیئے ہیں۔ مثلاً۔

”سنئے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیھم اٰیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلٰل مبین واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم۔ یعنی ایک بعثت محمدیہ تو ان موجودہ عربی امیوں میں ہوئی۔ ایک سب سے پیچھے آنے والے گروہ میں ہوگی جو ابھی ان سے لاحق نہیں ہوئے چونکہ آنحضرت صلعم وفات پا چکے ہیں اور مردے دوبارہ دنیا میں واپس نہیں آتے اسلئے لامحالہ بروزی رنگ میں آئینگے یعنی کوئی ان کا خلیفہ (خلیفہ کہتے ہیں) سے جو اصل کے اوصاف بطور ظل اپنے میں رکھے آپکی روح و قوت میں آئیگا“

Digitized by Khilafat Library

مولوی صاحب! ایمان سے کہئے جو عقائد آپ ہمارے نو ایجاد بتاتے ہیں اور جو ثبوت ہماری طرف سے اب نئے گھڑے ہوئے قرار دیئے جاتے ہیں۔ کیا یہ سب کے سب ۱۹۰۷ء میں حضور مسیح موعودؑ کی زندگی میں پیش کیئے گئے ہیں یا نہیں؟ اور پیش بھی ایسے رسالے میں کیئے ہیں جو حضرت مسیح موعودؑ کے گھر کا رسالہ تھا اور جو آپ کی نگرانی میں تیار ہوتا تھا۔ اسی سلسلہ میں یہ عبارت بھی ملاحظہ ہو آپکے اکثر رفقاء اور خود آپ پوچھا کرتے ہیں کہ بالآخرۃ کے معنی پیچھے آنیوالی وحی

مسیح موعودؑ کے زمانے میں کیوں نہ کیئے گئے۔ لیجئے اسی سوال کے جواب میں یہ الفاظ ہیں:۔

"پھر وبالآخرۃ ھم یوقنون میں اشارہ ہے کہ متقی وہی ہے جو پیچھے آنے والی وحی پر یقین رکھتا ہو۔

Digitized by Khilafat Library

باقی رہی مثال سو اسکے جواب میں عرض ہے کہ پہلے جس قدر نبی آئے وہ براہ راست فیض یافتہ تھے۔ مگر آنحضرت صلعم چونکہ خاتم النبیین تھے اسلیئے اب کوئی نبی نہیں آسکتا مگر انہی کی محبت و متابعت میں اپنے تئیں فنا کرکے وہی احمدیت کی چادر پہن کر پس چونکہ پہلے کوئی خاتم النبیین نہ تھا اسلیئے بروزی نبی بھی نہ تھا یہ عہدہ اُمّت محمّدیہ کے اکمل افراد سے خاص ہے"

امید ہے کہ اب آپ کبھی یہ الزام نہ دینگے کہ تشحیذ الاذہان کے جاری کرنے والے اسکے کارپرداز اور خاکسار اکمل نے نبوّت مسیح موعودؑ کا عقیدہ نیا گھڑ لیا۔ یہی عقیدہ ان سب کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں تھا جسے وہ زور سے شائع کرتے رہے اور یہی دلائل تھے جو آپ پیش کیئے جاتے ہیں۔ اور انہی میں سے آیت یا بنی آدم اما یاتینکم رسل منکم بھی ہے۔ شرطیہ جملہ سے اگر نتیجہ نکالنا نادانی ہے تو اس سے بڑھکر نادانی آپ کی ہے۔ جو امّا یاتینکم منی ھدیٰ سے شریعت و کتاب کا آنا ثابت کریں کیونکہ یہ بھی شرطیہ ہے۔ امکان دونو آیات میں ہے اور واقعات نے بتا دیا کہ مرسلؑ کا آنا جیسا نبی کریمؐ تک جاری تھا اسکے بعد بھی جاری ہے۔ ہاں بوجہ حضورؐ کے خاتم النبیین ہونے کے اب اُمّت محمّدیہ کا ایک فرد ہی رسول ہوسکتا ہے۔ جس کا کام شریعت لانا نہیں بلکہ شریعت کی آیات بیان کرنا۔ یا اسکے ہاتھ پر خدا کی طرف سے ظاہر کیئے ہوئے نشانوں کا ذکر۔ آیت کا سیاق سباق دیکھنے سے نبی کریمؐ پر اس سلسلہ کے بند ہو جانے کا کوئی ثبوت آپ کو نہیں ملے گا بلکہ اگر غور کیا جائے تدبر سے کام لیا جائے تو دس قرائن اس امر کے ہیں کہ بنی آدم میں خطاب اُمّت محمّدیہ سے ہے۔ اور اگر آپ بہت کھینچ تان کریں تو کم از کم اُمّت محمّدیہ کو اس خطاب سے نکال تو نہیں سکتے۔

آپ ہی بتلایئے کیا (۱) یا بنی آدم قد انزلنا علیکم لباسا یواری سواتکم میں لباس صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک آدمیوں کیلئے ہے اور اسکے بعد نہیں؟

(۲) کیا لا یفتننکم الشیطن میں اُمّت محمّدیہ کو انتباہ نہیں۔ عجیب بات ہے کہ نزول آیت تو ہو محمّد رسول اللہ پر۔ اور یہ نہی وارد ہو ان لوگوں کیلئے جو نبی کریمؐ سے پہلے گذر چکے ہیں۔

(۳) قل ان اللہ لا یامر بالفحشاء۔ (۴) قل امر ربی بالقسط (۵) و اقیموا وجوھکم عند کل مسجد۔ ایمان سے کہئے کس سے خطاب ہے؟ کون مخاطب ہے؟ ایک مسلمان تو یہی جواب دینے پر مجبور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی اُمت۔ (۶) اسکے بعد یا بنی آدم خذوا زینتکم کس سے خطاب ہے؟ (۷) قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ میں کس کو ارشاد فرمایا۔ صاف ظاہر ہے کہ اُمت محمدیہ کو۔ (۸) قل انما حرم ربی الفواحش میں تو آپ انکار کر ہی نہیں سکتے۔ کہ نبی کریم کی معرفت اُمت محمدیہ مخاطب ہے۔ تو پھر کیا قیامت ہے کہ یہاں تک تو خطاب اُمت محمدیہ ہی سے ہو اور آگے یکدم اُمت محمدیہ کو اس سے نکال دیا جائے اور (۹) یا بنی آدم اما یاتینکم کی بشارت اُمت محمدیہ سے پہلے لوگوں تک کے لئے مخصوص و محدود ہو جائے۔ (۱۰) اسی رکوع میں ایک ایسی آیت ہے جو قوی ثبوت ہے اس بات کا کہ "یا بنی آدم اما یاتینکم" کا خطاب رسول کریم خاتم النبیین کے زمانے اور آپؐ کے بعد آنیوالے لوگوں سے ہی ہے۔ وہ آیت یہ ہے۔ قال ادخلوا فی امم قد خلت من قبلکم من الجن والانس فی النار فرمائے گا کہ جو لوگ تم سے پہلے انسانوں اور جنوں سے گذر چکے ہیں ان کے ساتھ تم بھی جہنم میں جاؤ۔ معلوم ہوا کہ یہ اس وقت کے لوگوں سے خطاب ہے جن سے پہلے کئی اُمتیں گذر چکی ہیں۔ نہ ان سے جنہوں نے ابھی کسی نبی کا منہ ہی نہیں دیکھا۔ مَیں نہیں سمجھ سکتا کہ اس آیت کی موجودگی میں یا بنی آدم اما یاتینکم کے متعلق کوئی کس طرح کہہ سکتا ہے کہ ختم نبوۃ کے منکر اس سے آنحضرت صلعم کے بعد رسولوں کا آنا نکالتے ہیں حالانکہ آیت ختم نبوۃ کا تقاضا ہی یہی ہے کہ اس آیت سے اُمت محمدیہ میں بعثت رسل نکالی جائے۔

نظم

حکیم محمد سعید صاحب چودھری مدراس

مصطفیٰ کا مرے ہر جائی یہ دربار رہے
ہر طرف نور فشاں اس کی یہ سرکار رہے

دین و دنیا کی نہ زنہار ہے مجھ کو پروا
بس ہے دل عشق محمد میں جو سرشار رہے

جب گذر جانیکا وقت آئے جہاں سے میرے
لب پہ کلمہ تیرا یا احمد مختار رہے

تیرے عارض پہ ہو قربان میرا ہر ذرہ
تیر کاکل میں یہ دل میرا گرفتار رہے

سر میں سودا ہو ترا۔ دل میں اُمنگیں تیری
مجھ کو تڑپاتے۔ تیرا گیسو خمدار رہے

جو فدائی ہو ترا وہ رہے جنّت میں مقیم / جس کو اُلفت نہ رہے تجھ سے وہ فی النار رہے

خُلد میں بھی مجھے آرام نہ ہوگا اے شاہ / جب تک اس میں نہ ترا سایۂ دیوار رہے

مَیں فقط کیا رُخِ انور کا ترے شیدا ہوں / انبیاءؑ بھی ترے سب طالبِ دیدار رہے

قُوّتِ ناطقہ جب تک رہے مجھ کو حاصل / نعت میں تیرے ہمیشہ وہ گُہربار رہے

کیا رفاقت رہی صدیقؓ کو اللہ اللہ / غار میں بھی وہ ترے یارِ وفادار رہے

یا خدا تیری رضا جوئی ہو میرا مسلک / مال و زر کا نہ مرا نفس طلبگار رہے

یا خدا ذکر ترا جب ہو کوئی غیر نہ ہو / مَیں رہوں۔ تُو رہے اور جنگل و کُہسار رہے

تیری توحید پہ جب دل میرا ہر آن ہے فدا / شرک و بدعت سے نہ کس طرح وہ بیزار رہے

حق کی نظروں میں جلالت ہے اسی کو حاصل / جو کہ آلائشِ دُنیا سے سُبکسار رہے

دین کو جس نے مقدم نہ کیا دُنیا پر / اُس کا اس دہر میں کوئی بھی نہ غمخوار رہے

مومنوں کے لئے ہر صبح رہے صبحِ اُمید / کافروں کے لئے ہر روز شبِ تار رہے

دردِ اسلام میں یُوں حال ہو میرا یا رب / آنکھ خوں بار رہے۔ آہ شرربار رہے

ہم ہتھیلی پہ لئے پھرتے ہیں اپنے سر کو / تا کسی طرح سے اِسلام کا پرچار رہے

دین اسلام کو ہم مذہبِ دُنیا کر دیں / شوق سے قوم ہماری جو مددگار رہے

ساری دُنیا کو دلائل سے کرینگے مغلوب / کیا ضرورت ہے کہ اب ہاتھ میں تلوار رہے

دینِ اسلام ہوے کافر بیدین کا دین / گر اشاعت کی ترقی کی یہ رفتار رہے

تیز جو چلتے ہیں ہم سُست ہے اُسکی رفتار / کب خرِ لنگ عدو ہمسرِ ہوٹار رہے

کیوں نہ دُنیا کے کناروں میں ہو اُسکی تبلیغ / جبکہ خلّاقِ جہاں اُس کا طرفدار رہے

دینِ اسلام پہ غالب نہ ہو دینِ تثلیث / ہاتھ میں اُس کے جو توحید کا ہتھیار رہے

ہائے وہ دِن کہ خذف جب ہیں اقوامِ جہاں / اُن میں اقبال سے ہم گوہرِ شہوار رہے

یا الٰہی یہ دعا چودھری ناچیز کی ہے / تا دمِ مرگ وہ تیرا ہی پرستار رہے

احبابِ کرام! ریویو آف ریلیجنز نئے انتظام کے ماتحت ہر ماہ ٹھیک مقررہ تاریخ پر نکل رہا ہے حجم بھی پہلے سے زیادہ ہے آپنے اسکے خریدار بڑھانے کی طرف توجہ نہیں دی۔ حالانکہ ہر قسم کے ضروری اور علمی مضامین اسمیں جمع کر دیئے جاتے ہیں مارچ کے رسالہ کے ساتھ حضرت مسیح موعودؑ کی تصویر بھی مفتی ۶ر کو ملے گا۔ مینیجر تشحیذ

انسداد فتنہ ارتداد

ماہ اپریل کے رسالہ میں ملکانہ راجپوتوں کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح کے ملفوظات سے حضور کے ارادوں کی اطلاع دی جا چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسمیں نہایت خیر و برکت دی۔

ہمارا پہلا وفد المجاہدین ۱۲ مارچ سنہ ۱۹۲۳ء کو روانہ ہوا۔ جو ۱۸ اصحاب پر مشتمل تھا۔ دوسرا وفد ۲۴ مارچ سنہ ۱۹۲۳ء کو روانہ ہوا جسمیں بیس ۲۰ دوست دار الامان سے روانہ ہوئے۔ تیسرا وفد ۴ اپریل کو روانہ ہوا۔ اس میں بھی بیس ہی آدمی تھے۔ چونکہ کچھ دوست بیرونجات سے آکر شامل ہوئے۔ اسلئے ۲۷ مبلغین ہوئے اسکے بعد ۱۶ اپریل کو چوتھا وفد گیا۔ جسمیں یہاں سے جانیوالے آٹھ اصحاب تھے باقی اپنے اپنے مقامات سے وفد کے ساتھ مل جائینگے اس طرح پر کل تعداد نوّے (۹۰) ہو جائیگی۔ یہ تمام مبلغین۔ مکرم چوہدری فتح محمد صاحب ایم۔ اے سیال کی زیر نگرانی ضلع متھرا ضلع فرخ آباد۔ ضلع ایٹہ۔ ریاست بھرت پور۔ ضلع علیگڈھ۔ ضلع مظفر گڈھ۔ ضلع اٹاوہ میں کام کر رہے ہیں جہاں فتنہ ارتداد پھیلا ہوا ہے۔ صدر مرکز آگرہ ہے اور اسکے ماتحت کئی ایک مرکز ہیں۔ روزانہ رپوٹیں موصول ہوتی ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح چودہ اصحاب کبار کے ساتھ ایک مجلس مشاورت منعقد فرماتے ہیں مشورہ لینے کے بعد پیش آمدہ امور کی نسبت جس بات پر اللہ تعالیٰ آپ کو قائم کرتا ہے۔ اختیار فرماتے ہیں۔ اور صدر دفتر آگرہ کو ہدایات بھجواتے ہیں۔

Digitized by Khilafat Library

حضور نے ماہ مارچ اور ماہ اپریل کے تا امروز ہر جمعے میں فتنہ ارتداد کے انسداد کی طرف جماعت کو مختلف رنگوں میں توجہ دلائی۔ سالانہ مجلس مشاورت (کانفرنس) پر جو نمائندگان جماعت احمدیہ اکناف ہندوستان سے جمع ہوئے۔ ان کو بھی اسی بارے میں ہدایات فرمائیں۔ دو سوال اہم تھے۔ ایک پچاس ہزار روپے کی فراہمی کا۔ دوسرا تین تین ماہ کے لئے زندگی وقف کرنے والوں کا۔ پہلے سوال کے متعلق حضور نے یہ تجویز منظور فرمائی۔ کہ سردست اس چندے میں وہ شریک ہوں جو کم از کم ایک سو روپیہ دے سکیں اس سے زیادہ جو حسب استطاعت دے سکتا ہو وہ ضرور دے۔ اس تجویز کے مطابق دس ہزار اسی جلسہ میں چندہ ہوا اور پانچ ہزار کے قریب پہلے قادیان میں ہو چکے تھے جسمیں حصہ لینے والے یعنی سو سو روپے کی رقم دینے والے بعض ایسے احباب بھی ہیں جن کی آمد پندرہ ۱۵ سولہ ۱۶ روپے ماہوار سے زیادہ نہیں۔

دوسرے سوال پر احباب جماعت احمدیہ نے جو لبیک کہا تو وہ تمام کلمہ گویان عالم کے لئے ایک اسوۂ حسنہ ہے۔ پانسو کے قریب احباب تین تین ماہ کے لئے زندگی وقف کر چکے ہیں یعنی یہ واجب التعظیم افراد جماعت اپنے امام کے حکم پر فوراً حاضر ہونگے اپنے خرچ پر جائینگے اور رہینگے حفاظت و اشاعت اسلام کرینگے۔ اپنے اہل و عیال کا خرچ بھی خود ہی دینگے۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔

جماعت احمدیہ میں خدا کے فضل سے راجپوت بھی بہت سے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے خصوصیت سے ان کو توجہ دلائی ہے کہ وہ آگے بڑھیں اور اپنے بزرگوں کی شجاعت و ایثار کے قصے واقعات حاضرہ کی صورت میں دکھائیں۔ چونکہ ملکانوں میں کام کرنے کے لئے راجپوت قوم کے اصحاب زیادہ موزون ہیں۔ اسلئے راجپوتوں کی مختلف گوتوں کے نام لکھ دیئے جاتے ہیں کیونکہ ہماری جماعت کی توجہ اکثر دین کی طرف ہے اور اسکے افراد اپنی ذات گوت کی نسبت چنداں خیال نہیں رکھتے۔ اسلئے بہت ممکن ہے کہ بعض بھائی راجپوت ہوں اور انہیں اس کا علم نہ ہو۔

(۱) اطرس (اطلس) (۲) باگڑی (۳) بدگوجر (۴) بریاہ (۵) بھکرال (۶) بھٹہ (۷) بھٹی (۸) پٹھیال (۹) پٹھانیہ (۱۰) پندھیر (۱۱) پنوار (۱۲) تاونی (۱۳) تنوار (توں ور) (۱۴) تاررہ (۱۵) ٹوانہ (۱۶) ٹھاکر (۱۷) جاٹو (۱۸) جادو (۱۹) جسووال (۲۰) جنجوآ (۲۱) جوٹیا (۲۲) چندیل (۲۳) چیب (۲۴) چوہان (۲۵) چھادر (۲۶) خوجہ (۲۷) دھروال (۲۸) دھنتال (۲۹) ڈڈوال (۳۰) ڈھونڈ (۳۱) ڈھونڈی (۳۲) راوت (۳۳) راٹھور (۳۴) رانجھا (۳۵) رگھ بنسی (۳۶) سامرہ (۳۷) ستی (۳۸) سلہریا (۳۹) سیال (۴۰) کاتل (۴۱) کاہوت (۴۲) کٹوچ (۴۳) گلچی (۴۴) کنیال (۴۵) کیتوال (۴۶) کھیچی (۴۷) گوروا (۴۸) گھوڑیواہا (۴۹) گولیریا (۵۰) گونڈل (۵۱) للّد (۵۲) لانگہ (۵۳) منج (مئی) (۵۴) منہاس (۵۵) منڈاہر (۵۶) میگن (۵۷) نارو (۵۸) نیپال (۵۹) ہیراج (۶۰) وٹو (۶۱) ورک۔ یہ سب گوتیں پنجاب میں موجود ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح نے اتحاد عمل کے لئے دوسرے اسلامی فرقوں سے بھی خطاب فرمایا ہے چنانچہ ایک اشتہار "ایک کروڑ مسلمان ارتداد کی چوکھٹ پر" کے عنوان سے شائع کیا ہے۔ جسمیں یہ ظاہر فرمایا ہے کہ احمدی مبلغین کے لئے میں نے یہ شرائط رکھے ہیں۔

"(۱) وہ آمد و رفت کا کرایہ خود دینگے (۲) وہ ان تین ماہ میں جنمیں تبلیغ کا کام کرینگے (۳) اپنے کھانے پینے کے خرچ خود برداشت کرینگے اس زمانہ کارکردگی میں اپنے اہل و عیال کے اخراجات کے لئے بھی کسی قسم کی مدد کے طلبگار نہیں ہونگے (۴) اپنے

افسر کی ماتحتی ایسے ہی طریق پر کرینگے جیسے کہ فوجی سپاہی اپنے افسروں کی فرمانبرداری کرتے ہیں خواہ کیسا ہی مشکل کام ان کے سپرد ہو اور خواہ کیسی ہی سختی کا معاملہ ان سے کیا جائے وہ اسکی پروا نہیں کرینگے (۵) وہ پیدل چلنے بھوکے رہنے ننگے پاؤں چلنے جنگلوں میں سونے اور اپنے مخالفوں کے مظالم سہنے کے لئے ہر طرح تیار ہونگے"۔

Digitized by Khilafat Library

اور ارشاد فرمایا ہے :۔

"ان شرطوں کے قبول کرنے والے لوگ ہی صرف اس کام کے لئے مفید ہوسکتے ہیں اور میرے نزدیک دوسرے فرقوں کو بھی چاہیئے کہ ایسے ہی آدمی مہیا کرنیکی کوشش کریں"

پھر متحدہ اغراض کے لئے اتفاق کرلینے کی نسبت جو کچھ ارشاد کیا ہے اس کا اقتباس حضور کے الفاظ میں یہ ہے :۔

"مسلمانوں میں یہ خطرناک سوال بھی اٹھ کھڑا ہوا ہے کہ یہ لوگ بنیں گے کیا۔ سنّی بنیں گے شیعہ بنیں گے۔ احمدی بنیں گے۔ آخر کیا بنیں گے؟ مگر آہ کوئی نہیں سوچتا کہ جبتک ان جھگڑوں کا فیصلہ ہوتا رہے گا اُسوقت تک یہ قابل رحم لوگ جنپر مسلمانوں کے دست تغافل سے پہلے ہی بہت کچھ ظلم ہوچکا ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینے والے قرآن کریم کی ہتک کرنیوالے اور خدائے واحد کے نام پر ہنسی اُڑانیوالے بن جائینگے کیا ان کے لئے اسقدر کافی نہیں کہ وہ مسلم کہلائیں گے اور مالک ارض و سماء کی عبودیت کا دم بھریں گے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار کریں۔ احمدی حنفی اہلحدیث۔ شیعہ۔ چکڑالوی۔ نیچری جو کچھ بنیں گے اس سے اچھے رہیں گے جو وہ اب بن رہے ہیں اور جو کچھ وہ بن جائیں گے۔ ×××× اس امر کو مدِ نظر رکھتے ہوئے کہ مختلف فرقوں کے رؤسا نہ معلوم کب اس اہمیت کو سمجھیں اور کب اس کے لئے کوئی عملی صورت پیدا کریں۔ میں اپنی طرف سے پیش قدمی کرتا ہوں۔ اور اعلان کرتا ہوں کہ ہم اس کام کے لئے ہر ایک اُس شخص سے ملکر کام کرنے کے لئے تیار ہیں جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے۔ اور قرآن کریم کو مانتا ہے۔ ہمارا باقاعدہ کام شروع ہے۔ اور ایک تفصیلی نظام کے ماتحت اسکو پھیلایا گیا ہے۔ اگر کوئی شخص ان شرائط کے ماتحت جو اوپر بتائی گئی ہیں۔ ہمارے ساتھ مل کر کام کرنے کے لئے تیار ہو تو ہم اُسکو ساتھ

Digitized by Khilafat Library

ملانے کے لئے تیار ہیں۔

اسوقت کسی سُنّی سے تو مباحثہ ہونے کا نہیں۔ کہ شیعہ شیعیت کے متعلق وعظ کریگا۔ نہ کسی غیر احمدی سے مقابلہ ہے۔ کہ ایک احمدی وہاں وفات مسیحؑ پر لیکچر دیگا۔ ہاں بعض سوال ایسے آجاتے ہیں کہ جہاں انسان کو اپنے خیالات کا اظہار کرنا ضروری ہوتا ہے۔ آریوں سے بحث میں کسی اسلامی عقیدہ کی تشریح کرنی پڑتی ہے۔ یا ان کے کسی اعتراض کو ردّ کرنا ہو تو اُسوقت ہر شخص بے شک اپنے عقیدہ کا ہی اظہار کرے گا اور اسکو اس سے روکنا گویا بددیانتی سکھانا ہے۔ پس ہم اس سے ہرگز نہیں روکیں گے۔ اگر ایک شیعہ اُن کو شیعہ بناوے تو ہم ہرگز اس سے اُس کو منع نہیں کرینگے یا ایک حنفی یا اہلحدیث حنفیوں یا اہل حدیث کے خیالات کا اظہار ایسے مواقع پر کرے تو اُسے ہرگز بُرا نہیں منائیں گے۔ صرف ضرورت اس امر کی ہوگی کہ محدود حلقوں میں انتظام کے ماتحت اپنے جوش کو قابو میں رکھتے ہوئے اخلاص اور ایثار کے ساتھ کام کریں اور جو شخص اس طرح کام کرنیکے لئے تیار ہو ہمارا مرکزی نظام اسکی ہر ایک قسم کی مدد کرے گا۔

صرف ان شرائط کی پابندی ان سے چاہی جائے گی جو اوپر بیان ہو چکی ہیں اور جو احمدیوں کے لئے بھی رکھی گئی ہیں۔ اور جو کسی عقیدہ کے متعلق نہیں بلکہ مالی اور انتظامی ہیں اور ہر عقلمند تسلیم کریگا کہ کام کی بہتری کے لئے ضروری ہیں۔ ہر ایک جو اس طرح کام کرنے کے لئے تیار ہے چاہیئے کہ مجھے اطلاع دے۔ اور یہ بھی بتائے کہ کس سہ ماہی میں وہ کام کرنے کے لئے تیار ہے تا مناسب ہدایات سے اسکو مطلع کیا جائے"۔

امید ہے کہ یہ درد دل سے لکھی ہوئی اپیل خالی نہ جائیگی۔ فہمیدہ اشخاص تو ہمارے ساتھ ہیں چنانچہ صحافت اسلامی نے متفق اللفظ یہ تسلیم کر لیا ہے کہ احمدی جماعت قادیان بہت اچھا کام کر رہی ہے اور جو نمونہ اس جماعت نے اپنے جوش ملّی و ایثار للّٰہی کا دکھایا ہے وہ صحابہؓ نبوی کی یاد کو تازہ کرتا ہے۔ ماسوا اسکے چوہدری نذیر احمد خاں صاحب وکیل جے پور (جن کو روزنامہ وکیل امرتسر نے "ملکانوں کی زبان" خطاب دیا ہے۔) نے بھی اپنے لکچروں میں جو دہلی لاہور امرتسر ہوئے۔ یہی خیال ظاہر کیا ہے کہ اسوقت کامیابی اسی روش میں ہے جو جماعت احمدیہ قادیان کی ہے اور اس جماعت کا نظام و انتظام دوسرے کام کرنے والوں کے لئے ایک نیک اور اعلیٰ نمونہ ہے جس کا اتباع ہونا چاہیئے۔ بعض مولوی صاحبان کو ابھی یہ بات سمجھ نہیں آئی۔ وہ ہماری راہ

میں روڑے اٹکا رہے ہیں لیکن امید کی جاتی ہے کہ سچا خلوص غالب آئے گا۔ اور آخر حق کا بول بالا ہوگا۔ آریوں کی نیت کا تو پتہ اسی سے لگتا ہے کہ وہ مذہبی نہیں سیاسی اغراض سے یہ سب کچھ کر رہے ہیں۔ کہ مورتی پوجا کے خود تو دشمن ہیں مگر ملکانوں کو بت پرست بنا رہے ہیں اور نہیں چاہتے کہ وہ توحید کے جھنڈے تلے جمع ہوں۔

ہمارے سیاسی لیڈر ابھی تک دین و مذہب کی اہمیت کے قائل نہیں ہوئے۔ وہ کبھی تو شردھانند جی کے آگے ہاتھ جوڑتے ہیں۔ کہ شدھی بند کر دی جائے اور جواب انکار میں پاتے ہیں نہیں سمجھتے کہ اس میں اسلام اور مسلمانوں کے ایثار و خلوص کی ہتک ہے اور کبھی مسلمانوں کو ڈانٹتے ہیں اور کہتے ہیں گھبراتے کیوں ہو؟ حالانکہ اگر فتنۂ ارتداد گھبرانے کی بات نہیں تو پھر دنیا میں کوئی بات گھبرانے والی ہے ہی نہیں۔ جس موہوم اتحاد کے مذبح پر وہ اپنا دین و ملت قربان کرنا چاہتے ہیں۔ اسکی ہنڈیا ملتان پھر امرتسر کے چوراہے میں پھوٹ چکی ہے۔ خدا ہی سمجھ دے۔

Digitized by Khilafat Library

ہمارے صوفیاء اور علماء کا یہ حال ہے کہ ان کے تار اخباروں میں چھپ رہے ہیں جن کے عنوان تو یہ ہیں کہ فلاں پیر صاحب کا جذبۂ ملّی اور فلاں مولانا کا جوش مذہبی۔ لیکن میدان عمل میں کچھ نظر نہیں آتا۔ بس یہی سننے میں آتا ہے کہ عنقریب اپنا بیان شائع کرینگے یا بیماری سے صحت پاکر متوجہ ہونگے۔

ادھر ملکانوں کی قوم زبان حال سے کہہ رہی ہے پس ازاں کہ من نہ مانم بچہ کار خواہی آمد؟ اپنے دوسرے کاموں کے لئے کافی وقت ہے مگر دین حق جو بیمار و بیکس ہے اسکے لئے فرصت نہیں۔ انفاق فی سبیل اللہ کا یہ حال ہے کہ ایک مشہور و معروف پیر صاحب نے ہوائی جہاز کے لئے فتنہ ارتداد سے دگنا چندہ دیا گویا محمد رسول اللہ کو دشنام دہی سے روکنے کی ان کی نظر میں کم اہمیت ہے بہ نسبت ایک ہوائی جہاز کے انّا للہ وانّا الیہ راجعون۔ بعض لوگوں نے اپنی شہرت کے لئے ایسے طریق فیصلے کے شعبدہ بازی کے رنگ میں پیش کئے ہیں جن کی نظیر گذشتہ انبیاءؑ و اولیاءؒ کے طرز عمل سے نہیں ملتی۔ یہ نادان اس طرح پر اسلام کی ہنسی کرا رہے ہیں۔ بعض ایسے بھی ہیں۔ جو اب ایک سکول کھولنا چاہتے ہیں جسمیں مبلغ تیار ہونگے۔ اسلئے ناموں کی فہرست طلب کی ہے گویا وہ پبلک کو کسی نہ کسی خیال میں الجھائے رکھنا چاہتے ہیں۔ کچھ اور لیموں نچوڑنے والے ہیں جو دورہ تو کرتے ہیں۔ مگر اس تاک میں کہ کسی جگہ کی کامیابی دیکھیں

اور اپنی طرف منسوب کرلیں۔ ہاں ایسے بھی ہیں جو بصدق نیت جدو جہد کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو جزا دے۔

اخیر میں دوستوں سے عرض ہے کہ ماہ رمضان کی دعاؤں میں اپنے ان بھائیوں کو یاد رکھیں جو محض اللہ تعالیٰ کے لئے اپنے اہل و عیال اور اوطان سے جدا ہیں دن بھر گھومتے ہیں اور راتوں کو خدا کے حضور اس قوم کی ہدایت کے لئے گڑگڑاتے ہیں۔ جب انکو پیاس لگتی ہے تو شبنم سے تر پتے چوس لیتے ہیں بھوک ستاتی ہے تو چنے لے کر کھا لیتے ہیں اور بعض اوقات جنگل کے کسی پھل یا نمکین پتوں پر گذارہ کر لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کا حامی و ناصر ہو۔ اور اس مقصد کو جلد پورا کرے جس کے لئے وہ کفن بدوش ہیں ٭

شِو لنگ کی بے بسی

گوردوارہ امرتسر کی طرف سے ۲۲ر اپریل کے پرتاب میں چھپا ہے:۔

”شری ہرمندر (دربار صاحب) میں برہم بوٹا کے اکھاڑے کے سامنے پرکرماں میں ایک بڑ کا درخت ہے اور اسکے گرد ایک سنگ مرمر کا چبوترہ تھا سکھوں کی غفلت سے اس چبوترہ پر ایک شِو لنگ براجمان تھے مورخہ ۱۲ و ۱۳ر اپریل کی درمیانی رات کو نہ تو وہ چبوترہ ہی رہا اور نہ شِو لنگ شہر (امرتسر) میں ہندو مسلمان کا فساد ہو جانیکی وجہ سے اکالی صاحبان تو شہر کی حفاظت کیلئے گئے ہوئے تھے اور شرومنی کمیٹی کے ممبران بھی شہر کی حالت دیکھنے اور کمزوروں کی امداد دینے اور ہندو مسلم میں صلح کرانے کے لئے شہر میں گشت لگا رہے تھے خبر نہیں اکالیوں کی غیر حاضری میں کس نے ایسا کام کیا ہے؟

شِو لنگ پر اعتقاد رکھنے والے اصحاب شِو لنگ کے اس طرح گم ہو جانے کی نسبت طرح طرح کے خیالات ظاہر کر رہے ہیں کوئی کہتا ہے کہ شِو جی مہاراج ہندوؤں پر ہو رہی سختیوں کو دیکھ کر مغلوں کے زمانے کی طرح کیلاش پربت میں جا براجے ہیں (۲) کوئی کہتا ہے مجھے گھوڑے پر سوار ہو کر راستے میں جاتے ملے ہیں اور کوئی کہتا ہے کہ مجھے شِو بھولا مہاراج خواب میں ملے اور کہا اب ہم امرتسر نگری سے چلے جائینگے کوئی کہتا ہے کہ رات کے ایک بجے کے قریب مجھے ایک روشنی میں دکھائی دی اور اس روشنی میں آنا فانا شِو جی مہاراج گلے میں روڈ کی مالا ڈالے نکل آئے میں نے کہا مہاراج آپ کہاں۔ تو فرمایا کہ اب ہندوؤں پر ظلم ہونے لگا ہے ہندو کمزور ہیں اب ہم ان کی حفاظت نہیں کر سکتے اسوقت اگر کوئی انکی مدد کر سکتا ہے تو اکالی۔ ہم انہیں اکالیوں کے سپرد کر کے خود کیلاش پربت کو جاتے ہیں“

اے کاش شِو لنگ کے پجاری اپنے معبود کی بے بسی پر دو چار کریں۔ اور یہ حقیقت ان پر واضح ہو جائے کہ جو اپنی حفاظت نہیں کر سکتا وہ تمہاری کیا حفاظت کریگا اور تمہاری آرزوئیں بر لانے کا کیا سامان کر سکتا ہے ٭

Digitized by Khilafat Library

ارجح المطالب کے مصنّف کا قصیدہ

شیعہ احباب غور سے پڑھیں

"ارجح المطالب وہ کتاب ہے جسکی نسبت شیعہ مجتہدین نے لکھا ہے کہ یہ بے نظیر کتاب ہے۔ اسکے مؤلف مولانا عبید اللہ صاحب بسمل نے مفصلہ ذیل قصیدہ لکھا ہے امید ہے کہ شیعہ صاحبان اپنے ممدوح کا کلام پڑھ کر فائدہ اُٹھائینگے۔"

اللّٰھمّ عفواً - ایں نذرِ محقر و ہدیۂ مختصر در بارگاہ ہدایت فرگاہ اعلیٰ حضرت امیر المومنین امام المسلمین حجۃ اللہ فی الارضین سیدنا و مولٰنا فضل عمر خلیفۂ ثانی مسیح موعودؑ ایدہ اللہ بنصرہٖ شرف پذیرائی یابد

اندریں روزگارِ رنج و محن ۔۔۔ کہ کشود است دہر باب فتن

قد نضی الدین درع دولتہ ۔۔۔ اغمد الشرع سیف شوکتہ

باغ اسلام تا شود پامال ۔۔۔ سر بر آوردہ فتنۂ دجال

آں چناں طبع ناس گشتہ خبیث ۔۔۔ لا یکادون یفقہون حدیث

ہر یکے میرود سوئے راہے ۔۔۔ فرق راہے نکردہ از چاہے

حق پئے رہنمائیِ عالم ۔۔۔ پیشرو ساخت قائدِ اعظم

تو نہال حدیقۂ قدرت ۔۔۔ انتخاب صحیفۂ فطرت

شمسۂ طارم مسلمانی ۔۔۔ فخرِ اسلام قدرتِ ثانی

خَلَفِ ارشدِ مثیل مسیحؑ ۔۔۔ در بیانِ او است چوں مسیح فصیح

بالغ العقل کامل الایمان ۔۔۔ مہبط فیض حضرت سبحان

عارف و ماہر کتاب و سنن ۔۔۔ سیف حق قاطعِ رقاب فتن

عین اعیاں خلاصۂ اکوان ۔۔۔ رمز دان حقائق قرآن

باقر العلم کاشف الاستار ۔۔۔ ناصر الخیر دامغ الاشرار

با براہیں چو تاجدار عرب ۔۔۔ فاتح مصر و شام بل یورپ

ھو للکفر قالع الانیاب ۔۔۔ ھو للشرک قاطع الاذناب

ھو شمس الضحیٰ ضیاء العلم ۔۔۔ ھو بدر الدجی سناء الحلم

ھو روح الورٰے حماہ اللہ ۔۔۔ ھو نوح الھدیٰ جزاہ اللہ

شہسوار امامت کبرے
تاجدار خلافت عظمے

بہر نذر چنیں شہنشاہے
بسمل آورد یک پرِ کاہے

یا ملیك الهدیٰ ابیت اللعن
لو یکن فی الندیٰ عدیلك معن

انت فی العلم والکمال کمیل رض
انت فی الفضل والجمال فضیل رض

عمرك الله یا بشیر الدین
حجة الله انت فی الارضین

عند ذی العرش انت محمود
انت فی الکائنات مسعود

انت مصباح هذه الامه
نور وجهك کاشف الغمه

فی التقی انت نخبة الاسلاف
فی النهی انت حجة الاخلاف

علم الله قلبك القرآن
املاء الله حشاك بالعرفان

انت بالحق ناطق لا ریب
شرح الله صدرك للغیب

شرّف الله قدرك بالعلم
عظّم الله اجرك بالحلم

ہر یکے ساخت ہدیۂ درپیش
"برگ سبز است تحفۂ درویش"

خود تو دانی کہ من فقیر ستم
غیر اخلاص نیست در دستم

ضاع عمری بشقوتی فی اللهو
خمرت طینتی اذاً بالسهو

کردہ ام گرچہ صد ہزار خطا
منحرف نیستم ز راہ وفا

نیست الحق دریں عجالۂ من
جدّتے خاص در مقالۂ من

از خودم ہیچ نیست زیب بساط
غیر ازاں ریزہ ہائے اہل سماط

پیش نقاد زاں ندارد زین
لیس فی جبّتی سوی الزندین

گر پذیرا کنی بضاعت من
شود آں مایۂ سعادت من

گر قبولش کنی زہے قسمت
لا اقول بضاعتی رُدّت

باغ اسلام از تو ریّاں باد
خانۂ کفر از تو ویراں باد

بعد نام خدا و پیغمبر
باد نام تو زینت منبر

مرحبا صد مرحبا
جزاک اللہ
(الکمل)

Digitized by Khilafat Library

از احقر الخدام تراب الاقدام عبید اللہ بسمل احمدی عفی اللہ عنہ

ہندوستان سے باہر کے خریدار توجہ سے پڑھیں

مفصلہ ذیل احباب کا چندہ سالانہ ریویو جس تاریخ کو ختم ہے۔ وہ ان کے نام کے سامنے دیدی گئی۔ سنہ ۱۹۲۳ء کی پیشگی قیمت تاحال وصول ہوجانی چاہیئے تھی۔ ازراہ کرم بہت جلد بذریعہ منی آرڈر اپنے اپنے ذمے کی قیمت بھیجدیں جو کم از کم ساڑھے تین روپے ہے۔

نمبر خریداری	نام خریدار	کب تک چندہ ختم ہے	نمبر خریداری	نام خریدار	کب تک چندہ ختم ہے
۵۷۲	حبیب ہاکر صاحب روزہل	دسمبر سنہ ۱۹۲۲ء	۱۱۱۰	ایم نور محمد صاحب تیلی کلرک بصرہ	جولائی سنہ ۱۹۲۲ء
۹۹۷	روشن علی صاحب سینٹ پیٹر	" " "	۱۲۰۶	احمد ابراہیم اچھا روزہل	دسمبر سنہ ۱۹۲۲ء
۶۶۸	محمد یعقوب صاحب روزہل	" " "	۱۲۲۴	اے ایچ احمد حسین صاحب عبو نیروبی	" " "
۶۷۴	نظام الدین صاحب دری نیروبی	" " "	۱۲۳۴	ابوبکر بن جلل یوسف جدہ	دسمبر سنہ ۱۹۲۰ء
۶۹۱	رعجان بخت صاحب کیمپ فورکرینہ	" " "	۱۲۳۶	ایم عبد اللہ صاحب مرچنٹ افریقہ	دسمبر سنہ ۱۹۲۲ء
۷۷۲	ایم عبد الرحیم صاحب بصرہ	" " "	۱۲۳۷	ایم اکبر علیخان صاحب بی ای افریقہ	" " "
۱۰۵۰	محمد عالم صاحب ممباسہ	" " "	۱۲۳۸	سید ولایت شاہ صاحب " "	" " "
۱۰۷۴	سیٹھ علی محمد صاحب لندن	" " "	۱۲۳۹	ڈاکٹر عمر دین صاحب " "	" " "
۱۰۷۷	بابو عبد اللہ خان نواب خان ممباسہ	" " "	۱۲۴۰	ڈاکٹر عبد اللہ صاحب " "	دسمبر سنہ ۱۹۲۱ء
			۱۲۴۱	محمد بخش صاحب " "	مارچ سنہ ۱۹۲۲ء

Digitized by Khilafat Library

ماہ جون کا ریویو وی پی ہوگا

جن دوستوں نے تاحال سنہ ۱۹۲۳ء کا چندہ ریویو مرحمت نہیں فرمایا بلکہ اکثر ان میں سے وی پی جو فروری میں کیئے گئے تھے۔ واپس کر چکے ہیں ان سب کے نام ماہ جون کا رسالہ وی پی کیا جائے گا امید ہے وصول فرماکر شکریہ کا موقع دینگے۔ یہ دوسری بار وی پی ہوتے ہیں ۳ر پہلے فی وی پی ضائع ہوچکے ہیں اب انکاری ہُوا تو ۶ر حرجانہ ہوجائیگا۔ جو صاحب وی پی لینے کے لئے تیار نہ ہوں پہلے اطلاع دیدیں اور ساتھ ہی یہ بھی بتائیں کہ کب چندہ ادا فرمائیں گے۔ مینجر اُردو ریویو آف ریلیجز: قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی پانچ تاریخ کو قادیان دارالامان ضلع گورداسپور پنجاب سے شائع ہوتا ہے

کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس۔ کے برمن کی تیار کردہ ۱۹۲۳ء کی کافوری جنتری نہایت خوبصورت چکنے کاغذ پر چھپ رہی ہے اگر آپ دیکھنا چاہتے ہیں تو ایک کارڈ بھیجدیجئے۔ مذکورہ جنتری آپکی خدمت میں روانہ کردیجائیگی۔

مکرذہج یعنی خالص سونے کا گشتہ

مریض اور تندرست دونوں کے لئے یکساں مفید۔

کون ہے جو سونے کے گشتہ کے فوائد سے واقف نہیں۔ فقط حکیم اور وید ہی نہیں۔ بلکہ بڑے بڑے ڈاکٹر بھی اسکی مداح ہیں یہ سونے کا گشتہ خاص ہمارے کیمیا خانہ میں تیار کیا گیا ہے۔ دمہ۔ بدہضمی و دیگر امراض کیلئے نہایت مفید ہے۔ قیمت سات خوراک عہ محصول سات سے اکیس ۲۱ خوراک تک ۶؍

تندرستی کی گفتگو

اپنی اپنی صحت کو درست رکھنے کے لئے امیر سے غریب تک فکر میں رہتے ہیں۔ دولتمند گھی۔ دودھ میوہ وغیرہ کھاتے ہیں۔ اور قیمتی دوا کی تلاش کرتے ہیں۔ غریب کم خرچ جڑی۔ بوٹی اور ٹٹکلے کی کھوج میں رہتے ہیں جاڑے کے موسم میں چونکہ مقویات کا کھانا نہایت مفید ہوتا ہے۔ کیونکہ اس موسم میں ہر چیز مریض کے موافق ہوتی ہے اس فکر اور دقت کو دور کرنیکی نہایت آسان ترکیب ہے جسمیں نہ تو زیادہ پریشانی ہوتی ہے۔ اور نہ طاقت سے باہر خرچ ہے۔ اور وہ ڈاکٹر ایس کے برمن کی گولیاں ہیں۔ آپ بھی آزمائش کرکے دیکھئے۔ یہ بھوک کو بڑھا کر نیا خون پیدا کرتی ہیں۔ جوانی میں بے اعتدالیوں کی وجہ سے جو خرابی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور جوانی بڑھاپے کی سی حالت ہو جاتی ہے۔ یہ سب شکایتیں دور کرکے نیا خون اور نیا جوش پیدا کرتی ہیں۔ قیمت ؏ محصول ڈاک ۶؍

روگ کا گھر کھانسی

یہ مثل بالکل درست ہے۔ کیونکہ ایک کھانسی کی وجہ سے حلق سے لیکر سینہ تک مختلف امراض کے ہونیکا خوف رہتا ہے سردی سے کھانسی کا آغاز ہوتا ہے اور فوراً ہی اگر مناسب علاج نہ کیا گیا تو سانس کی نلیوں میں سردی جمع ہو جاتی ہے اور اس سے گذر کر دم کشی میں رکاوٹ پسلیوں میں درد و بخار وغیرہ شروع ہو جاتے ہیں۔ اسلئے کھانسی شروع ہوتے ہی مناسب دوا ضرور کرنا چاہیئے اور اسکی ترکیب بھی بہت آسان ہے اور وہ یہ کہ ڈاکٹر ایس۔ کے برمن کی کف اور کھانسی کی دوا نہایت درجہ مفید ثابت ہوئی ہے اسکی ایک شیشی خرید کر گھر میں ڈال رکھیں قیمت شیشی کلاں عہ خورد ۱؎ محصول ڈاک ۸؍ ۶؍

ڈاکٹر ایس۔ کے۔ برمن نمبر ۵ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

Digitized by Khilafat Library